مطالعۂ قرآنِ حکیم کا

منتخب نصاب

حصّہ اوّل

نکات برائے درس وتدریس

انجمن خدّام القرآن سندھ، کراچی (رجسٹرڈ)

قرآن اکیڈمی، خیابانِ راحت، درخشاں، ڈیفنس فیز VI ، کراچی

فون نمبر: 23 - 5340022 ، فیکس : 5840009

ای میل: karachi@quranacademy.com

ویب سائیٹ : www.quranacademy.com

presented in pdf format by

www.hamditabligh.net

انتساب

ان باہمت حضرات وخواتین کے نام

جو الفاظِ قرآنی

هُوَ خَيْرٌ مِّمَّا يَجْمَعُوْنَ (یونس: 58)

پر یقین کی عملی مثال قائم کرتے ہوئے

اور حدیثِ نبویؐ

خَيْرُكُمْ مَنْ تَعَلَّمَ الْقُرْاٰنَ وَ عَلَّمَهٗ (بُخاریؒ)

کو پیشِ نظر رکھتے ہوئے

دنیا کی عارضی لذتوں کے مقابلے میں

آخرت کی ابدی کامیابی کے حصول کے لئے

اپنی بہترین صلاحیتیں

قرآنِ کریم کے سیکھنے اور سکھانے کے لئے

وقف کردیں

فہرست

1 تعارف قرآنِ حکیم

2 درسِ اوّل - سورۃ العصر

3 درسِ دوم - سورۃ البقرۃ آیت: 177

4 درسِ سوم - سورۂ لقمان رکوع: 2

5 حقیقت و اقسامِ شرک

6 درسِ چہارم - سورۂ حم السجدۃ آیات 30 - 36

حوالہ جات

- ''مطالعۂ قرآنِ حکیم کا منتخب نصاب'' کتابی صورت میں جس میں منتخب نصاب میں شامل تمام مقامات کا متن، ترجمہ اور مختصر تفسیر موجود ہے۔
- منتخب نصاب کے تمام مقامات کے مختصر لیکن جامع دروس پر مشتمل الھدیٰ سیریز کے 44 آڈیو کیسٹس
- منتخب نصاب کے تمام مقامات کے دروس پر مشتمل الھدیٰ کمپیوٹر **CD**
- منتخب نصاب کے تمام مقامات کے تفصیلی دروس پر مشتمل 98 آڈیو کیسٹس / 49 ویڈیو کیسٹس

تعارفِ قرآنِ حکیم

☆ قرآنِ حکیم کیا ہے ؟

- قرآنِ حکیم اللہ کا کلام ہے (التوبہ : **6** ، البقرہ : **75**) اور اسے قولِ رسول بھی کہا گیا ہے (الحاقہ : **40**، التکویر : **19**)۔ اس کی وجہ یہ ہے کہ قرآنِ حکیم الفاظ کی صورت میں نازل ہوا جبکہ تورات لکھی ہوئی نازل ہوئی (الاعراف : **145**)۔

☆ قرآنِ حکیم کی عظمت کا کیا مقام ہے ؟

- قرآنِ حکیم کی عظمت کی اصل وجہ یہ ہے کہ یہ اللہ کا کلام ہے۔ کلام متکلم کی صفت اور اس کی جملہ صفات کا مظہر ہوتا ہے۔ اسی لئے کلام اللہ کی وہی تاثیر ہے جو تاثیر تجلّیٔ ذاتِ باری تعالیٰ کی ہے۔ اس حقیقت کو سورۃ الحشر آیت: **21** اور سورۃ الاعراف آیت: **143** کے تقابلی مطالعے سے سمجھا جا سکتا ہے۔

- اللہ کا کلام ہونے کی وجہ سے ہی قرآنِ حکیم، صاحبِ قرآن یعنی نبی کریم ﷺ کا ایک ایسا معجزہ ہے جس کا مقابلہ بندوں کا کلام نہیں کر سکتا۔ عربی زبان کا مقولہ ہے:

''كَلَامُ الْمَلِكِ مَلِكُ الْكَلَامِ''

''بادشاہ کی بات - باتوں کی بادشاہ ہوتی ہے''۔

قرآنِ حکیم کی عظمت کا اصل مقام صرف اللہ کے علم میں ہے جس کا یہ کلام ہے یا اس کا ادراک کسی درجے میں نبی کریم ﷺ کو حاصل ہوا جن پر قرآن نازل ہوا۔

- خود قرآنِ حکیم نے جن مقامات پر اپنی عظمت بیان کی ہے ان میں سے چند یہ ہیں:

الحشر: **21**، الزمر: **23**، یونس: **57-58**، عبس: **11-16**،

الرحمان: **1-4**، الواقعہ: **75 - 82**

- عظمتِ قرآن کے موضوع پر نبی اکرم ﷺ کے کئی ارشادات ہیں۔ ان میں سے ایک خطبہ

حسبِ ذیل ہے :

عظمتِ قرآن بزبانِ صاحبِ قرآن ﷺ

”حضرت علیؓ سے روایت ہے وہ کہتے ہیں سن لو! میں نے رسول اللہؐ سے سنا ہے کہ آپؐ نے فرمایا: آگاہ ہو جاؤ ایک بڑا فتنہ آنے والا ہے! میں نے عرض کیا! یا رسول اللہؐ! اس فتنہ سے نجات پانے کا ذریعہ کیا ہے؟ آپؐ نے فرمایا: ”اللہ کی کتاب“۔اس میں تم سے پہلی امتوں کے (سبق آموز) واقعات ہیں اور تمہارے بعد کی اطلاعات (یعنی اعمال و اخلاق کے مستقبل میں ظاہر ہونے والے دنیوی و اخروی نتائج) بھی ہیں اور تمہارے درمیان جو مسائل پیدا ہوں گے ان کا حکم اور فیصلہ (عادلانہ حل) موجود ہے، وہ فیصلہ کن کلام ہے (یعنی دنیا اور آخرت میں فیصلے اس کی بنیاد پر ہوں گے) اور وہ فضول بات نہیں ہے، جو سرکشی کی وجہ سے اس کو چھوڑے گا اللہ تعالیٰ اس کو توڑ کے رکھ دے گا اور جو قرآن کے بغیر ہدایت تلاش کرے گا، اللہ اس کو گمراہ کر دے گا (یعنی وہ ہدایت سے محروم رہے گا)۔قرآن ہی اللہ کی مضبوط رسّی یعنی اللہ سے تعلق کا مضبوط وسیلہ ہے اور حکمت بھرا ذکر ہے اور وہی صراطِ مستقیم ہے، وہی حق مبین ہے جس کے اتباع سے خیالات کجی سے محفوظ رہتے ہیں اور زبانیں اس میں تحریف نہیں کرسکتیں (یعنی جس طرح پچھلی کتابوں کو محرّفین نے کچھ کا کچھ پڑھ کر ان کو تبدیل کر دیا اس طرح قرآن میں کوئی تحریف نہیں ہو سکے گی) اور علم والے کبھی اس کے علم سے سیر نہیں ہوں گے (یعنی قرآن میں تدبر کا عمل اور حقائق و معارف کی تلاش کا سلسلہ ہمیشہ ہمیشہ جاری رہے گا اور کبھی ایسا وقت نہیں آئے گا کہ قرآن کا علم حاصل کرنے والے محسوس کریں کہ ہم نے علم قرآن پر پورا عبور حاصل کرلیا ہے بلکہ ان کے علم کی طلب اور بڑھتی جائے گی) اور وہ (قرآن) کثرتِ تلاوت

سے کبھی پرانا نہیں ہوگا (یعنی جس طرح دنیا کی دوسری کتابوں کا حال ہے کہ بار بار پڑھنے کے بعد ان کے پڑھنے میں آدمی کو لطف نہیں آتا، قرآنِ مجید کا معاملہ بالکل برعکس ہے یہ جتنا پڑھا جائے گا اور جتنا اس میں تدبر و تفکر کیا جائے گا اتنا ہی اس کے لطف و لذت میں اضافہ ہوگا) اور اس کے عجائب (یعنی دقیق و لطیف حقائق اور معارف) کبھی ختم نہیں ہوں گے۔قرآن کی یہ شان ہے کہ جب جنات نے اس کو سنا تو بے اختیار بول اٹھے:

اِنَّا سَمِعۡنَا قُرۡاٰنًا عَجَبًا ( ) یَّهۡدِیۡۤ اِلَی الرُّشۡدِ فَاٰمَنَّا بِهٖ

ہم نے دل کو متاثر کرنے والا قرآن سنا ہے جو رہنمائی کرتا ہے بھلائی کی طرف
پس ہم اس پر ایمان لے آئے (الجن: 1 - 2)

جس نے قرآن کے مطابق بات کہی اس نے سچی بات کہی اور جس نے قرآن پر عمل کیا وہ مستحقِ اجر و ثواب ہوا جس نے قرآن کے مطابق فیصلہ کیا اس نے عدل و انصاف کیا اور جس نے قرآن کی طرف دعوت دی اس کو صراطِ مستقیم کی ہدایت نصیب ہوگئی۔

(ترمذی ، دارمی)

☆ قرآنِ حکیم کیوں نازل ہوا ؟

- قرآنِ حکیم نوعِ انسانی کی ہدایت کے لئے نازل ہوا۔Potentially یہ ہر انسان کے لئے ھدایت یعنی ھُدًی لِّلنَّاسِ ہے (البقرہ: 185)۔البتہ اس سے ہدایت صرف طلب گاروں کو ملتی ہے یعنی یہ ھُدًی لِّلۡمُتَّقِیۡنَ ہے (البقرہ: 2)۔
- قرآنِ حکیم ذریعۂ حصول ثواب و برکت بھی ہے لیکن اس کے یہ فوائد ضمنی ہیں۔

☆ قرآنِ حکیم کب نازل ہوا ؟

- قرآنِ حکیم دو مراحل میں نازل ہوا۔پہلے لیلۃُ القدر میں لوحِ محفوظ سے دنیوی

آ سمان تک بطریقِ اِنزال یعنی ایک ہی باراور پھر دنیوی آ سمان سے نبی اکرمؐ پر 610 تا 632 ء بطریقِ تنزیل یعنی آہستہ آہستہ۔

☆ قرآنِ حکیم کہاں نازل ہوا ؟

- قرآنِ حکیم حجاز میں نازل ہوا یعنی مکہ، مدینہ اوران شہروں کے اطراف۔
- سورۃ البقرہ کی آخری دوآیات شب معراج آسمان پر نبی اکرمؐ کوعطا کی گئیں۔

☆ قرآنِ حکیم کیسے نازل ہوا ؟

- قرآنِ حکیم نبی اکرمؐ کے قلبِ مبارک پرنازل ہوا۔

(البقرہ:**97**، الشعراء :**193-194**)

- قرآنِ حکیم کونبی اکرمؐ کے مادّی وجودنے نہیں بلکہ روح الامینؑ یعنی جرائیلؑ سے روحِ محمدیؐ نے وصول کیا بقول جگرمرادآبادی :

نغمہ وہی ہے نغمہ کہ جس کو
روح سنے اور روح سنائے

☆ قرآنِ حکیم کے کتنے نام ہیں؟

- علاّمہ جلال الدین سیوطیؒ نے ''الاتقان فی علوم القرآن'' میں قرآنِ حکیم کے **55** نام نقل کئے ہیں مثلاً **القرآن، مصحف، الکتاب، الفرقان، الھدیٰ، النور، الموعظہ، الذکر، المھیمن، الحکیم، العزیز، المبین، العلی، الکریم، المجید، احسن الحدیث** وغیرہ۔

☆ قرآنِ حکیم کس زبان میں نازل ہوا؟

- قرآنِ حکیم دیہات کی خالص عربی زبان میں نازل ہوا ۔

(النحل:**103**، الشعراء :**195**)

☆ قرآنِ حکیم کا اسلوب کیا ہے؟

- قرآنِ حکیم کا اسلوب تقریری ہے۔تمام سورتیں اللہ سبحانہٗ تعالیٰ کے خطبے ہیں۔
- قرآنِ حکیم کا اسلوب شاعرانہ نہیں(یٰس :**69** الحاقہ :**41**)اورنہ ہی اس کا اسلوب نثر کا سا ہے۔البتہ کہا جاسکتا ہے کہ آزادشاعری کا اسلوب قرآنِ حکیم سے اخذ کیا گیا ہے۔

☆ قرآنِ حکیم کی ترتیب وتدوین کس طرح ہوئی ؟

- قرآنِ حکیم کی ترتیب دواعتبارات سے ہے۔ایک ہے ترتیبِ نزولی جس کے اعتبار سے پہلی سورۃ ''العلق'' ہے جس کی ابتدائی پانچ آیات پر پہلی وحی مشتمل تھی۔دوسری ہے ترتیبِ تلاوت جس کے اعتبار سے پہلی سورۃ ''الفاتحہ'' ہے۔
- ترتیبِ تلاوت کے اعتبار سے قرآنِ حکیم کی تدوین نزول کے ساتھ ساتھ ہوتی رہی جس کے حسبِ ذیل مراحل ہیں:
- قرآنِ حکیم نبی اکرمؐ کے سینۂ مبارک میں محفوظ کردیا گیااورحضرت جبرائیلؑ کے ساتھ آپؐ ہر سال رمضان میں نازل شدہ قرآن کا ترتیب کے ساتھ دورہ فرماتے رہے۔حیاتِ مبارکہ کے آخری سال آپؐ نے دوبارحضرت جبرائیلؑ کے ساتھ دورہٗ قرآن فرمایا(بخاریؒ)۔
- نبی اکرمؐ نے صحابہٗ کرامؓ کی کثیر تعداد کو قرآنِ حکیم حفظ کرایا۔
- آپؐ سورتوں اورآیات کے مقام کے تعین کے ساتھ قرآنِ حکیم کی کتابت بھی کراتے رہے۔یہ کتابت پتھر کی پتلی تختیوں، چمڑے کے پتلے ٹکڑوں، درخت کی چھالوں اور چوڑی ہڈیوں پر کی جاتی رہی۔البتہ آپؐ کے دور میں مکمل قرآنِ حکیم ایک کتابی نسخے کی صورت میں جمع نہیں کیا گیا۔

- حضرت ابو بکر صدیقؓ کے دورِ خلافت میں قرآنِ حکیم کو کتابی صورت میں یکجا کیا گیا۔ یہ عظیم کام حضرت زید بن ثابتؓ کی قیادت میں ایک کمیٹی نے کیا۔
- حضرت عثمانؓ کے دورِ خلافت میں زید بن ثابتؓ ہی کی قیادت میں ایک کمیٹی نے قرآنِ حکیم کو قریش کے لہجہ کے مطابق ایک رسم الخط میں تحریر کیا اور اس کی سات نقول اہم شہروں میں بطور **Reference** رکھوا دی گئیں۔
- قرآنِ حکیم قیامت تک کے لئے محفوظ ہے کیوں کہ اس کی حفاظت اللہ نے اپنے ذمہ لے رکھی ہے (الحجر: 9)۔ ہر دور میں لاکھوں افراد کا حافظِ قرآن ہونا، حفاظتِ قرآن کا ایک حیرت انگیز ذریعہ ہے۔

☆ قرآنِ حکیم کی ترکیب و تقسیم کیا ہے؟

- قرآنِ حکیم کی سب سے چھوٹی اکائی آیت ہے۔ آیات کی تعداد میں اختلاف ہے۔ دورِ نبویؐ میں آیات کی ترکیب سے سورتوں کو مرتب کیا جاتا رہا۔ سورتوں کی تعداد **114** ہے۔ بعد ازاں سورتوں کی ترکیب سے منازل یا احزاب کا تعین کیا گیا جن کی تعداد **7** ہے جس کی حکمت یہ ہے کہ روزانہ ایک منزل کی تلاوت کی جائے تاکہ ایک ہفتہ میں تلاوتِ کلامِ پاک کی تکمیل ہو سکے۔
- دورِ صحابہؓ کے بعد سورتوں کو رکوعوں میں تقسیم کر دیا گیا تاکہ نماز کی ایک رکعت میں کسی بڑی سورۃ کا اتنا حصّہ تلاوت کیا جا سکے جس میں ایک مضمون کی تکمیل ہوتی ہو۔ رکوعوں کی کل تعداد **558** ہے۔ اسی طرح پورے قرآنِ حکیم کو **30** پاروں میں تقسیم کیا گیا تاکہ ایک ماہ میں تلاوتِ کلامِ پاک کی تکمیل ہو سکے۔
- اس صدی کے آغاز میں مولانا امین احسن اصلاحیؒ کے استاد مولانا حمید الدین فراہیؒ نے اس نکتہ پر غور کیا کہ قرآنِ حکیم میں مکی اور مدنی سورتیں ایک ساتھ کیوں نہیں

ہیں۔ اس غور و فکر کے دوران ان پر انکشاف ہوا کہ قرآنِ حکیم میں مکی اور مدنی سورتوں کے **7** گروپ ہیں۔ ہر گروپ کے شروع میں ایک یا ایک سے زائد مکی سورتیں ہیں اور پھر ایک یا ایک سے زائد مدنی سورتیں ہیں۔ ہر گروپ کا ایک خاص مرکزی موضوع ہے۔ ان سات گروپس کی تفصیلات کچھ اس طرح سے ہیں:

☆ قرآنِ حکیم کے فہم سے کیا مراد ہے؟

فہمِ قرآنِ حکیم کے مختلف پہلو ہیں:

- تذکر اور تدبر (ص: 29):

تذکر سے مراد ہے قرآنِ حکیم کے کسی حصّہ پر سرسری غور کر کے اس میں بیان کیے گئے مضامین کا لبِّ لباب سمجھ لینا۔ اس پہلو سے قرآنِ مجید ایک بہت آسان اور واضح کتاب ہے (القمر: 17، 22، 32، 40)۔ تدبر کا مفہوم ہے قرآنِ حکیم کے کسی حصّہ پر گہرا غور و فکر کر کے اس کے مضامین میں پوشیدہ حکمت و فلسفہ کو سمجھ لینا۔ اس پہلو سے قرآنِ مجید ایک ایسی وسیع و عمیق کتاب ہے کہ پوری زندگی کھپا کر بھی تدبر کا حق ادا نہیں کیا جا سکتا۔

- محکم اور متشابہ آیات:

قرآنِ حکیم میں کچھ آیات کا مفہوم بہت سادہ اور عام فہم ہے۔ یہ وہ آیات ہیں جن میں احکامات بیان کیے گئے ہیں۔ انہیں محکمات کہا جاتا ہے۔ ہمارے غور و فکر کا ارتکاز انہیں آیات پر ہونا چاہیئے۔ کچھ دوسری آیات ہیں جن کے مضامین کی اصل حقیقت سمجھنے سے ہماری عقل عاجز ہے۔ ان کو متشابہات کہا جاتا ہے۔ جن کے دلوں میں ٹیڑھ ہوتا ہے وہ ان آیات کو غور و فکر کا موضوع بناتے ہیں اور ان کے مضامین کی عقلی توجیہات کرنے کی

کوشش کرتے ہیں۔درست روش یہ ہے کہ ہم ایمان بالغیب کا اظہار کرتے ہوئے ان آیات کی تصدیق کریں (آلِ عمران 7:)۔

- تاویل خاص اور تاویل عام :

قرآنِ حکیم کی آیات اکثر و بیشتر کسی خاص پس منظر میں اور کسی شانِ نزول کے ساتھ نازل

گروپ	مکی سورتیں	مدنی سورتیں	موضوع
پہلا	الفاتحہ (1)	البقرۃ - المائدہ ☆(4)	احکاماتِ شریعت
دوسرا	الانعام - الاعراف (2)	الانفال - التوبہ (2)	ایمان بالرسالت
تیسرا	یونس - المومنون (14)	النور (1)	ایمان بالرسالت
چوتھا	الفرقان - السجدہ (8)	الاحزاب (1)	ایمان باللہ
پانچواں	سبا - الاحقاف (13)	محمدؐ - الحجرات (3)	ایمان باللہ
چھٹا	ق - الواقعہ (7)	الحدید - التحریم * (10)	ایمان بالآخرت
ساتواں	الملک - الاخلاص (46)	الفلق - الناس (2)	ایمان بالآخرت

☆ حجم کے اعتبار سے طویل مدنی قرآن * سورتوں کی تعداد کے اعتبار سے طویل مدنی قرآن

ہوئی ہیں۔آیات کا ان کے پس منظر اور شانِ نزول کی روشنی میں سمجھنا تاویلِ خاص کہلاتا ہے۔البتہ چوں کہ قرآنِ حکیم ہر دور کے لئے ہدایت ہے (الانبیاء 10:) لہٰذا اس کی آیات میں ایک عمومی مفہوم بھی ہوتا ہے جس کا فہم تاویلِ عام کہلاتا ہے۔

- عقائد اور اوامر و نواھی کا فھم :

قرآنِ حکیم میں عقائد اور زندگی کے مختلف شعبہ جات کے حوالے سے جو اوامر و نواہی دیے گئے ہیں ان کے فہم کے لئے ہمیں احادیث مبارکہ، سنت نبویؐ ،اقوال و آثارِ صحابہ اکرامؓ اور سلف صالحین کے عمل کی طرف رجوع کرنا چاہیئے۔ بقول شاعر:

ز اجتہادِ عالمانِ کم نظر
اقتداء بر رفتگاں محفوظ تر

- سائنسی حقائق کا فھم :

قرآنِ حکیم میں بعض سائنسی حقائق بھی بیان کیے گئے ہیں یا ان کی طرف اشارے کیے گئے ہیں۔ان کے فہم کے لئے ہمیں جدید سے جدید تحقیقات سے استفادہ کرنا ہوگا۔

- قرآنِ حکیم کا اصل فھم :

قرآنِ حکیم کا اصل فہم تو اسی صورت میں حاصل کیا جا سکتا ہے جبکہ دینِ حق کے غلبے کے لئے اسی طرح کی جدوجہد کی جائے جس طرح کی جدوجہد کے دوران مختلف معاملات میں رہنمائی کے لئے قرآنِ حکیم نازل ہوتا رہا۔ارشادِ باری تعالیٰ ہے:

وَالَّذِيْنَ جَاهَدُوا فِيْنَا لَنَهْدِيَنَّهُمْ سُبُلَنَا

جو لوگ ہماری راہ میں جہاد کرتے ہیں ہم انہیں ضرور اپنے راستوں کی ہدایت دیتے ہیں (العنکبوت 69:)

☆ قرآنِ حکیم کے ایک مسلمان پر کیا حقوق ہیں؟

١- ایمان و تعظیم یعنی دل کی گہرائیوں سے ماننا کہ قرآنِ حکیم اللہ کا کلام ہے۔

٢- تلاوت یعنی آداب کے ساتھ روزانہ قرآنِ حکیم پڑھنا۔

٣- تفہیم یعنی قرآنِ حکیم کو سمجھنا اور اس پر غور و فکر کرنا ۔

٤- عمل یعنی قرآنِ حکیم کے احکامات پر انفرادی زندگی میں عمل کرنا اور اجتماعی زندگی میں ان کے نفاذ کے لئے کوشش کرنا۔

٥- تبلیغ یعنی قرآنِ حکیم کی تعلیمات دوسروں تک پہنچانا۔

اللہ والے کون ہیں؟

اَهْلُ الْقُرْاٰنِ اَهْلُ اللّٰهِ وَ خَاصَّتُهٗ

قرآن والے ہی اللہ والے ہیں اور اُس کے مقرّبین ہیں (سنن ابن ماجه)

منتخب نصاب حصّہ اوّل

درسِ اوّل : سورة العصر ''لوازمِ نجات''

اَعُوْذُ بِاللّٰهِ مِنَ الشَّیْطٰنِ الرَّجِیْمِ ( ) بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ ( )

وَالْعَصْرِ (1) اِنَّ الْاِنْسَانَ لَفِی خُسْرٍ (2) اِلَّا الَّذِیْنَ اٰمَنُوا وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ وَ تَوَاصَوْا بِالْحَقِّ وَتَوَاصَوْا بِالصَّبْرِ (3)

☆ **ترجمه :**

وَالْعَصْرِ ...... قسم ہے تیزی سے گزرتے ہوئے زمانے کی (1) اِنَّ الْاِنْسَانَ لَفِی خُسْرٍ ...... بے شک تمام انسان واقعی خسارے میں ہیں (2) اِلَّا الَّذِیْنَ اٰمَنُوا ...... سوائے ان کے جو ایمان لائے ...... وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ ...... اور جنھوں نے اچھے عمل کیے ...... وَ تَوَاصَوْا بِالْحَقِّ ...... اور باہم مل کر حق کی تاکید کی .....

وَتَوَاصَوْا بِالصَّبْرِ ...... اور باہم مل کر صبر کی تلقین کی (3)

☆ تمہیدی نکات:

1- مختصر ترین سورتوں میں سے ایک :

- سورتوں اور آیتوں کا حجم (Size) توقیفی امور میں سے ہے یعنی اس کے تعین کا کوئی قاعدہ نہیں اور یہ نبی کریمؐ کے بتانے پر موقوف ہے۔

- قرآن حکیم کی کوئی سورت تین آیات سے کم پر مشتمل نہیں نیز تین آیات پر مشتمل تین ہی سورتیں ہیں العصر، الکوثر اور النصر۔ ایک رکعت میں سورۂ فاتحہ کے بعد

قرآن حکیم کی تلاوت کا کم سے کم نصاب بھی تین ہی آیات پر مشتمل ہے ۔

2- زمانۂ نزول کے اعتبار سے اوّلین سورتوں میں سے ایک۔

قرآنِ حکیم کی ترتیبِ نزولی اور ترتیبِ تلاوت (ترتیبِ مصحف) مختلف ہیں' البتہ دونوں کا تعین خود اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے۔

3- عظمت :

- صحابہ کرامؓ کا کثرت سے باہم سورۃ العصر کی یاد دہانی کا معمول ۔
- امام شافعیؒ کے شدّتِ تاثر پر مبنی دو اقوال :

لَوْ تَدَبَّرَ النَّاسُ هٰذِهِ السُّوْرَةَ لَوَسِعَتْهُمْ

اگر لوگ اس سورۃ پر غور کریں تو وہ اسی میں پوری رہنمائی اور
کامل ہدایت پالیں گے۔ (تفسیر ابن کثیرؒ)

لَوْ لَمْ يُنَزَّلْ مِنَ الْقُرْاٰنِ سِوَاهَا لَكَفَتِ النَّاسُ

اگر قرآن حکیم میں سوائے اس سورۂ مبارکہ کے اور کچھ بھی نہ
نازل ہوتا تو صرف یہ سورۃ ہی لوگوں (کی ہدایت)
کے لئے کافی ہوتی۔ (تفسیر از محمد عبدہٗؒ)

4 - قرآنِ حکیم کے مقصدِ نزول کے اعتبار سے جامع ترین سورۃ :

- ابتداء میں قرآن مجید کی وہ سورتیں / آیات نازل ہوئیں جو مختصر لیکن انتہائی جامع اور محکم (**Profound**) ہیں۔ بعد میں ان کی تفصیل طویل سورتوں میں وارد ہوئی۔ اس اسلوب کا ذکر سورۂ ھود آیت:1 میں اس طرح سے ہے:

كِتَابٌ اُحْكِمَتْ اٰيٰتُهٗ ثُمَّ فُصِّلَتْ مِنْ لَّدُنْ حَكِيْمٍ خَبِيْرٍ

''وہ کتاب (قرآن) جس کی آیات (دلائل سے) محکم کی گئیں پھر ان کی
وضاحت کی گئی ایک دانا و باخبر ہستی (یعنی اللہ) کی طرف سے''

- اس سورۃ کا پورے قرآنِ حکیم سے وہی تعلق ہے جو درخت سے بیج کا ہوتا ہے۔

5- انذار کا نقطۂ عروج :

قرآنِ حکیم کی آخری منزل کی سورتوں میں سے اکثر کا موضوع ہے انذارِ آخرت۔ سورۃ العصر اس موضوع کا نقطۂ عروج ہے۔ اس سورۃ کی دوسری آیت میں ایک عام قاعدہ بیان کر دیا گیا کہ تمام کے تمام انسان خسارے میں ہیں۔ خسارے سے بچنے کے لئے قرآنِ حکیم میں عام طور پر دو شرائط کا ذکر کیا جاتا ہے یعنی ایمان اور عملِ صالح' لیکن اس سورۃ کی تیسری آیت میں چار شرائط کا ذکر کیا گیا ہے۔ گویا عملِ صالح کی وضاحت کی گئی کہ اس میں نہ صرف خود حق پر ڈٹے رہنا بلکہ حق کی تبلیغ کرنا اور اس کے نتیجہ میں سامنے آنے والے ردِّعمل کو برداشت کرنا بھی شامل ہے۔

6- سہلِ ممتنع کا شاہکار :

- انتہائی دقیق و اعلیٰ علمی مضامین نہایت سادہ الفاظ میں بیان کیے گئے بقولِ شاعر:

گنجینۂ معنی کا طلسم اس کو سمجھیو
جو لفظ کہ غالب میرے اشعار میں آوے

7 - مضامینِ قرآنِ حکیم کے لئے اشاریہ :

- اہلِ فکر کے تجزیۂ مضامینِ قرآنِ حکیم کے مطابق اساسی مباحثِ قرآن کے لئے یہ سورۃ بطور اشاریہ (انڈیکس) ہے۔

سورۂ مبارکہ پر غور و فکر

☆ قرآنِ حکیم پر غور و فکر کے دو درجے :

i - تذکّر : قرآنِ حکیم کے کسی حصّہ پر سرسری غور کر کے اس میں بیان کیے گئے مضامین کا لبِّ لباب یا Central Idea سمجھ لینا۔ اس پہلو

سے قرآن مجید ایک بہت آسان اور واضح کتاب ہے۔

وَ لَقَدْ يَسَّرْنَا الْقُرْاٰنَ لِلذِّكْرِ فَهَلْ مِنْ مُّدَّكِرٍ

(القمر: 17، 22، 32، 40)

ii - تدبّر : قرآنِ حکیم کے کسی حصّہ پر گہرا غور وفکر کرنا اور اس کے مضامین میں پوشیدہ حکمت و فلسفہ کو سمجھنا۔ اس پہلو سے قرآن مجید ایک ایسی وسیع وعمیق کتاب ہے کہ پوری زندگی کھپا کر بھی اس پر تدبّر کا حق ادا نہیں کیا جا سکتا۔

☆ سورۂ مبارکہ پر بطریقِ تذکّر غور کے نتائج :

1- زورِ کلام ...... تاکید کی انتہا

2- کامیابی اور ناکامی کا قرآنی معیار

3- چاروں شرطیں ناگزیر ہیں

4- نجات کے لئے کم از کم شرائط کا بیان

5- ایک متوازن و معقول انسان کی روش

☆ سورۂ مبارکہ پر بطریقِ تدبّر غور کے نتائج :

پہلی آیت : وَالْعَصْرِ O

- قسم کی اصل غرض وغایت - تاکید اور شہادت
- اللہ تعالیٰ اور انسان کی کھائی ہوئی قسموں میں بنیادی فرق
- '' عصر '' کی حقیقت (برف کے تاجر کی مثال)

غافل تجھے گھڑیال یہ دیتا ہے منادی

گردوں نے گھڑی عمر کی اک اور گھٹا دی

- ''والعصر'' کا حقیقی مفہوم --زمانہ بہترین گواہ

دوسری آیت : اِنَّ الْاِنْسَانَ لَفِيْ خُسْرٍ O

- خُسْرٍ - نوعِ انسانی کے لئے عظیم اور ناقابلِ تلافی خسارہ

(البلد: 4)

- اس عظیم خسارے کے تین مراتب

جبلی تقاضے - احساسات وجذبات - حسابِ اخروی

(الکہف : 103 - 104، الزمر: 15)

- آخرت میں رب کے سامنے حاضری (الانشقاق: 6) اور پانچ سوالات کی جواب دہی :

عَنِ ابْنِ مَسْعُوْدٍؓ عَنِ النَّبِيِّ ﷺ قَالَ لَا تَزُوْلُ قَدَمَا ابْنِ اٰدَمَ يَوْمَ الْقِيَامَةِ حَتّٰى يُسْئَلَ عَنْ خَمْسٍ عَنْ عُمُرِهٖ فِيْمَا اَفْنَاهُ وَ عَنْ شَبَابِهٖ فِيْمَا اَبْلَاهُ وَ عَنْ مَّالِهٖ مِنْ اَيْنَ اكْتَسَبَهٗ وَ فِيْمَا اَنْفَقَهٗ وَ مَا ذَا عَمِلَ فِيْمَا عَلِمَ (ترمذی)

''روزِ قیامت ابنِ آدم کے قدم ہل نہ سکیں گے جب تک اُس سے پانچ باتوں کے بارے میں پوچھ نہ لیا جائے۔ زندگی کے بارے میں کہ کہاں لگا دی، جوانی کے بارے میں کہ کہاں کھپا دی، مال کے بارے میں کہ کہاں سے کمایا اور کہاں خرچ کیا اور جو علم حاصل کیا اُس پر کتنا عمل کیا''۔

اب تو گھبرا کے یہ کہتے ہیں کہ مر جائیں گے

مر کے بھی چین نہ پایا تو کدھر جائیں گے

- اس صورتِ حال کا شعور رکھنے والوں کے احساس کا نقشہ

(المومنون:57-61، النور:37، الطّور: 25-28)

تیسری آیت : اِلَّا الَّذِیۡنَ اٰمَنُوۡا وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ وَ تَوَاصَوۡا بِالۡحَقِّ وَتَوَاصَوۡا بِالصَّبۡرِ O

- یہ آیت مایوسی کے اندھیرے میں روشنی کی ایک کرن ہے

☆ **ایمان** :

- لغوی مفہوم : امن دینا
- اصطلاحی مفہوم : تصدیق کرنا
- تعریف: تَصۡدِیۡقُ بِمَا جَآءَ بِهِ النَّبِیُّ ...... کائنات کے اصل اور اساسی حقائق کے بارے میں انبیاء کرام کی دی ہوئی خبروں کو تسلیم کرنے اور ان کی تصدیق کرنے کا نام ایمان ہے۔
- درجات: 1 - قانونی ایمان اقرارٌ باللسان زبان سے اقرار

  دنیا میں مفید - نہ ہو تو کافر - نہ گھٹتا ہے اور نہ بڑھتا ہے

  2 - حقیقی ایمان تصدیقٌ بالقلب دل سے تصدیق

  آخرت میں مفید- نہ ہو تو منافق ہونے کا اندیشہ- گھٹتا/بڑھتا ہے
- بندۂ مومن وہ ہے جس میں دونوں ایمان موجود ہوں۔
- ہماری اکثریت ایمانِ حقیقی سے محروم ہے۔(آلِ عمران:139)
- ایمانِ حقیقی کے حصول کے ذرائع :

1 -صحبتِ صادقین (التوبہ:119)(صادقین کی وضاحت، الحجرات:15)

2 - سلفِ صالحین کی سیرت کا مطالعہ

3 - آیاتِ آفاقی پر غور (البقرۃ : 164)

4 - آیاتِ انفسی پر غور (الذّٰریٰت:21)

5 - آیاتِ قرآنی پر غور (الانفال: 2، التوبہ : 124، الحدید: 9)

☆ **عمل صالح**:

- عمل اور فعل میں فرق
- عمل صالح کی تین شرائط: حسن نیت - معروف - خلاف سنت نہ ہو

☆ **تواصی**:

تواصی وصیت سے بنا ہے جس کے معنی ہیں ایسی بات جو تاکید سے کہی جائے۔ تواصی میں دو اضافی معنی شامل ہیں یعنی تاکید کرنا اہتمام کے ساتھ اور مل جل کر۔

☆ **حق** :

حق وسیع مفہوم کا حامل لفظ ہے جس کے بنیادی طور پر چار مفاہیم ہیں:

1 - وہ شے جو حقیقتاً موجود ہو ۔

2 - وہ شے جو عقلاً مسلَّم ہو۔

3 - جو اخلاقاً واجب ہو۔

4 - جو بامقصد ہو۔

تواصی بالحق کی چوٹی۔ اللہ کے دین کے حقِ نفاذ اور اس کی کبریائی کو تسلیم کرانا

☆ **صبر**:

صبر کے معنی ہیں ناخوشگوار صورتِ حال برداشت کرنا یا کڑوا گھونٹ پینا۔ اس کی دو صورتیں ہیں :

1- حادثات پر صبر

2-کسی مقصد کے لئے صبر

مقصد منفی بھی ہوسکتا ہے اور مثبت بھی۔ مثبت مقصد کے لئے صبر کی دو صورتیں ہیں :

i -عمل صالح کے لئے صبر...... اطاعت اور نافرمانی سے بچنے کے لئے

ii- تواصی بالحق کے لئے صبر...... طنز و تشدد، لالچ، سودے بازی کی پیشکش پر

☆ ایمان اور عمل صالح کا باہمی تعلق :

- قانون کی سطح پر جدا لیکن حقیقت کی سطح پر ایک وحدت یعنی لازم و ملزوم

1 - پڑوسی کو ستانے پر ایمان کی شدت کے ساتھ نفی (متفق علیہ)

2 - خیانت پر ایمان کی نفی اور وعدہ خلافی پر دین کی نفی (بیہقی)

3 - چوری، زنا اور شراب نوشی کرنے والا یہ گناہ کرتے ہوئے حالتِ ایمان میں نہیں ہوتا۔ (متفق علیہ)

☆ عمل صالح اور تواصی بالحق کا باہمی تعلق:

- فطرت کا عام اصول ''کوئی شے نہ ماحول سے متاثر ہوئے بغیر رہ سکتی ہے نہ اسے متاثر کئے بغیر'' اخلاقیات میں زیادہ شدت سے کارفرما ہے۔ لہذا باعمل انسان اپنے پاکیزہ سیرت و کردار سے لازماً معاشرے پر اثر انداز ہوگا۔

- اگر کوئی معاشرہ بالکل ہی مردہ ہو چکا ہو اور پاکیزہ کردار کے اثرات محسوس نہ ہوں تو پھر تواصی بالحق کا فریضہ ادا کرنا چاہیئے تاکہ :

i - خود کو معاشرے کے برے اثرات سے محفوظ رکھا جا سکے۔

ii- آخرت میں جواب دہی کا احساس--مَعْذِرَۃً اِلیٰ رَبِّکُمْ (الاعراف :164)

iii- اس امید پر کہ ---- لَعَلَّھُمْ یَتَّقُوْنَ (الاعراف: 164)

- انسان کی شرافت و مروت کا لازمی تقاضا (جو اپنے لئے پسند وہی بھائی کے لئے)
- انسان کی غیرت و حمیت کا مطالبہ
- مقصدِ امت ''امر بالمعروف و نہی عن المنکر'' (آلِ عمران: 110)

☆ تواصی بالحق اور تواصی بالصّبر کا باہمی تعلق:

- اَلْحَقُّ مُرٌّ سچ کڑوا ہوتا ہے۔ بالعموم مخالفت در پیش آتی ہے۔
- جتنا بڑا حق ہوگا اتنا ہی اس کا اعلان، تبلیغ اور تسلیم کرانا صبر آزما ہوگا۔
- تواصی بالصبر کے مرحلے کا پیش آنا نہ صرف تواصی بالحق کا لازمی تقاضا بلکہ قطعی ثبوت ہے دعوت کے مبنی برحق ہونے کا۔

☆ ایک اہم نتیجہ :

ایمان حقیقی کا لازمی مظہر ہے عمل صالح، عمل صالح کا لازمی تقاضا ہے تواصی بالحق اور تواصی بالحق کا لازمی نتیجہ ہے تواصی بالصبر۔ اسی طرح اس کی عکسی صورت بھی بالکل درست ہے یعنی تواصی بالصبر کا مرحلہ پیش نہیں آیا تو یہ تو علامت ہے تواصی بالحق سے گریز کی، تواصی بالحق سے گریز حتمی ثبوت ہے عمل میں کمی کا اور عمل میں کمی یقینی ثبوت ہے ایمان حقیقی سے محرومی کا۔ گویا سورۃ العصر کی روشنی میں صراط مستقیم کے چار سنگ ہائے میل (**Mile Stones**) ہیں یعنی ایمان، عمل صالح، تواصی بالحق اور تواصی بالصبر۔

☆ مریضانہ عدم توازن کی دو صورتیں:

1 -اپنے ہی نفس کے تزکیہ میں لگے رہنا اور دوسروں کی اصلاح کی کوشش سے خود غرضانہ اور مجرمانہ غفلت برتنا یعنی راہبانہ تصورِ نیکی۔ (حدیث میں اس شخص کا واقعہ جس نے پلک جھپکنے میں بھی اللہ کی نافرمانی نہیں کی۔ بیہقی)

2- اپنی ذات کو فراموش کر کے دوسروں کو وعظ و نصیحت کرنا اور تحریکی کاموں میں سرگرم

ہونا۔ (البقرۃ :44)

سورۃ العصر کی کامل عملی تفسیر : سیرتِ نبیٔ اکرم ﷺ

منتخب نصاب حصّہ اوّل

درسِ دوم: آیۂ برّ (سورۃ البقرہ :177) --- ''حقیقتِ برّ وتقویٰ''

اَعُوْذُ بِاللّٰہِ مِنَ الشَّیْطٰنِ الرَّجِیْمِ ( ) بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ ( )
لَیْسَ الْبِرَّ اَنْ تُوَلُّوْا وُجُوْہَکُمْ قِبَلَ الْمَشْرِقِ وَالْمَغْرِبِ وَلٰکِنَّ الْبِرَّ مَنْ اٰمَنَ بِاللّٰہِ وَالْیَوْمِ الْاٰخِرِ وَالْمَلٰٓئِکَۃِ وَالْکِتٰبِ وَالنَّبِیّٖنَ وَاٰتَی الْمَالَ عَلٰی حُبِّہٖ ذَوِی الْقُرْبٰی وَالْیَتٰمٰی وَالْمَسٰکِیْنَ وَابْنَ السَّبِیْلِ وَالسَّآئِلِیْنَ وَفِی الرِّقَابِ وَاَقَامَ الصَّلٰوۃَ وَاٰتَی الزَّکٰوۃَ وَالْمُوْفُوْنَ بِعَہْدِہِمْ اِذَا عٰہَدُوْا وَالصّٰبِرِیْنَ فِی الْبَاْسَآءِ وَالضَّرَّآءِ وَحِیْنَ الْبَاْسِ اُولٰٓئِکَ الَّذِیْنَ صَدَقُوْا وَاُولٰٓئِکَ ہُمُ الْمُتَّقُوْنَ (1 7 7)

☆ ترجمہ:

لَیْسَ الْبِرَّ ......نیکی یہی نہیں ہے......اَنْ تُوَلُّوْا وُجُوْہَکُمْ ......کہ تم پھیرلو اپنے چہرے......قِبَلَ الْمَشْرِقِ وَالْمَغْرِبِ ......مشرق اور مغرب کی طرف ...... وَلٰکِنَّ الْبِرَّ مَنْ ...... بلکہ نیکی تو اس کی ہے ...... اٰمَنَ بِاللّٰہِ ......جو ایمان لایا اللہ پر...... وَالْیَوْمِ الْاٰخِرِ ......اور آخرت کے دن پر...... وَالْمَلٰٓئِکَۃِ ...... اور فرشتوں پر...... وَالْکِتٰبِ ......اور کتابوں پر......وَالنَّبِیّٖنَ ......اور نبیوں پر...... وَاٰتَی الْمَالَ عَلٰی حُبِّہٖ ...... اور اس نے دیا مال باوجود اس کی محبت کے...... ذَوِی الْقُرْبٰی......

قرابت داروں کو......وَالْیَتٰمٰی......اور یتیموں کو...... وَالْمَسٰکِیْنَ ......اور مسکینوں کو...... وَابْنَ السَّبِیْلِ ...... اور مسافروں کو ...... وَالسَّآئِلِیْنَ ......اور مانگنے والوں کو...... وَفِی الرِّقَابِ ......اور گردنوں کے چھڑانے میں...... وَاَقَامَ الصَّلٰوۃَ ......اور اس نے نماز قائم کی...... وَاٰتَی الزَّکٰوۃَ......اور اس نے زکوۃ دی ...... وَالْمُوْفُوْنَ بِعَہْدِہِمْ ......اور وہ پورا کرنے والے ہیں اپنے عہد کو...... اِذَا عٰہَدُوْا ...... جب بھی عہد کریں ...... وَالصّٰبِرِیْنَ فِی الْبَاْسَآءِ ......اور بالخصوص صبر کرنے والے سختیوں میں...... وَالضَّرَّآءِ ...... اور تکالیف میں...... وَحِیْنَ الْبَاْسِ......اور لڑائی کے وقت ...... اُولٰٓئِکَ الَّذِیْنَ صَدَقُوْا ...... یہی لوگ سچے ہوئے...... وَاُولٰٓئِکَ ہُمُ الْمُتَّقُوْنَ ...... اور یہی لوگ متقی ہیں (1 7 7)

☆ تمہیدی نکات :

۱ - منتخب نصاب کے حصّہ اوّل کا درسِ دوم سورۂ بقرہ کی آیت 177 پر مشتمل ہے۔ یہ قرآنِ حکیم کی طویل آیات میں سے ایک ہے۔

۲ - سورۃ العصر کے مضامین کی نہایت عمدہ تفصیل:
- ایمان کی وضاحت میں ۵ ایمانیات کا بیان۔ کلی ...... پھول
- عمل صالح کے ۳ ذیلی عنوانات:
  انسانی ہمدردی　　عبادات کا اہتمام　　معاملات میں ایفائے عہد
- تواصی بالحق بین السطور۔
- صبر کے ۳ اہم اور کٹھن مواقع

۳- آیت کا موضوع ...... نیکی کا جامع تصور
- موضوع کی اہمیت :

- انسان کی معنوی / روحانی زندگی کی بقاء وتسلسل کے لئے نیکی کا کوئی نہ کوئی تصور اختیار کرنا ناگزیر ہے:

بقدرِ پیمانۂ تخیّل سرور ہر شے میں ہے خودی کا
اگر نہ ہو یہ فریبِ پیہم دم نکل جائے آدمی کا

- معاشرے میں پائے جانے والے نیکی کے مختلف تصورات اور ان میں موجود مشترک غلطی یعنی نیکی کا جزوی تصور۔

اٹھائے کچھ ورق لالہ نے کچھ نرگس نے کچھ گل نے
چمن میں ہر طرف بکھری ہوئی ہے داستاں میری

- چند نابینا اشخاص کے ہاتھی کے بارے میں مختلف تصورات کی مثال
- جزوی نیکی اختیار کرنے کی سزا :

دنیا میں رسوائی اور آخرت میں عذابِ شدید (البقرۃ :85)

- یہ آیت موضوع کے جملہ پہلوؤں کا احاطہ کرتی ہے :

نیکی کیا ہے؟ روحِ نیکی کیا ہے؟ نیکی کے لئے جذبۂ محرکہ کیا ہے؟ نیکی کے عملی مظاہر کیا ہیں؟ ان مظاہر میں ترجیحات کیا ہیں؟ اور نیکی کی چوٹی کیا ہے؟

۴- پس منظر / شانِ نزول- تحویلِ قبلہ کا واقعہ

البقرۃ آیت:115 رکوع : 18-17

ہے پرے سرحدِ ادراک سے اپنا مسجود
قبلہ کو اہلِ نظر قبلہ نما کہتے ہیں

آیت پر غور وفکر

"بر" (نیکی) کی حقیقت

لَیْسَ الْبِرَّ ...... نیکی یہی نہیں ہے ...... اَنْ تُوَلُّوْا وُجُوْھَکُمْ ......کہ تم پھیرلو اپنے چہرے ...... قِبَلَ الْمَشْرِقِ وَالْمَغْرِبِ ...... مشرق اور مغرب کی طرف ......
وَلٰکِنَّ الْبِرَّ مَنْ ...... بلکہ نیکی تو اُس کی ہے

- لفظ "بر" کا مادہ ہے ب ر ر۔ اس مادے سے بننے والے الفاظ میں اطمینان وسکون کا مفہوم پایا جاتا ہے۔
- وَ لٰکِنَّ الْبِرَّ مَنْ ! کے الفاظ ظاہر کررہے ہیں کہ نیکی کا انحصار اولاً عمل کے بجائے عمل کرنے والے پر ہے۔

نیکی کا ایمان سے تعلق

مَنْ اٰمَنَ بِا للهِ ......جو ایمان لایا اللہ پر ...... وَالْیَوْمِ الْاٰخِرِ ...... اور آخرت کے دن پر ...... وَالْمَلٰئِکَةِ ...... اور فرشتوں پر ...... وَالْکِتٰبِ ...... اور کتابوں پر ......
وَالنَّبِیّٖنَ ...... اور نبیوں پر

- اس آیت میں پانچ ایمانیات کا ذکر ہے۔ البتہ فرشتوں اور کتابوں کا تعلق ایمان بالرسالت سے ہے لہذا کہا جاسکتا ہے کہ بنیادی طور پر یہاں ایمانیاتِ ثلاثہ یعنی توحید، آخرت اور رسالت کا ذکر ہے۔
- نیکی کی بحث کا آغاز ایمان سے کرنے کی حکمت یہ ہے کہ :

۱- ایمان نیکی کے لئے جذبۂ محرکہ (MOTIVATING FORCE) ہے :

جانتا ہوں ثوابِ طاعت و زہد
پر طبیعت ادھر نہیں آتی

مثبت جذبۂ محرکہ: رضائے الٰہی کا حصول (الدھر: 8 - 9)
منفی جذبۂ محرکہ: آخرت میں جواب دہی کا احساس

(العلق :6 - 8، النازعات :40)

حضرت علیؓ کا حکیمانہ قول ...... عبادت کے تین محرکات

تاجر کی عبادت - غلام کی عبادت - مومن کی عبادت (البقرۃ :165)

۲- ایمانیاتِ ثلاثہ کے ساتھ نیکی کا ربط ظاہر کرتا ہے کہ ایمان نیکی کی روح ہے :

- وہی عمل نیکی ہے جس کا مقصد اللہ کی رضا کا حصول ہو (ایمان باللہ)
- وہی عمل نیکی ہے جس کا اجر صرف آخرت میں مطلوب ہو (ایمان بالآخرت)

(الدھر: 7-10، البقرۃ :272، النساء: 38)

حدیث: روزِ قیامت اللہ تعالیٰ کے سامنے سب سے پہلے تین اشخاص کا معاملہ پیش ہوگا--- (مسلم)

- وہی عمل نیکی ہے جو سنت کے خلاف نہ ہو۔ سنت نیکی کو ایک متوازن نمونہ اور معین صورت عطا کرتی ہے۔ (ایمان بالرسالت)

تین اشخاص نبی اکرمؐ کے گھر حاضر ہوئے اور آپؐ کی عبادات سے متعلق دریافت کیا (متفق علیہ)

نیکی کا پہلا عملی مظہر

انسانی ہمدردی

وَاٰتَی الْمَالَ عَلٰی حُبِّهٖ ...... اور اس نے دیا مال باوجود اس کی محبت کے ...... ذَوِی الْقُرْبٰی ...... قرابت داروں کو ...... وَالْيَتٰمٰی ...... اور یتیموں کو ...... وَالْمَسٰكِيْنَ ...... اور مسکینوں کو ...... وَابْنَ السَّبِيْلِ ...... اور مسافروں کو ...... وَالسَّآئِلِيْنَ ...... اور مانگنے والوں کو ...... وَفِی الرِّقَابِ ...... اور گردنوں کے چھڑانے میں

- نیکی کا پہلا عملی مظہر ہے انسانی ہمدردی اور اس کے تحت مستحقین کے لئے اپنی محبوب شے

یعنی مال خرچ کرنا۔ ارشادِ باری تعالیٰ ہے:

لَنْ تَنَالُوا الْبِرَّ حَتّٰی تُنْفِقُوْا مِمَّا تُحِبُّوْنَ (آلِ عمران :92)

تم اصل نیکی نہیں پا سکتے جب تک اس میں سے خرچ نہ کرو جو تمہیں محبوب ہے

- نیکی کے حوالے سے انسانی ہمدردی کا یہ مقام ہے کہ اسے عبادات سے بھی مقدم کیا گیا۔ ارشادِ نبویؐ ہے:

مَن يُّحْرَمِ الرِّفْقَ يُحْرَمِ الْخَيْرَ كُلَّهٗ (مسلم)

جو کوئی دل کی نرمی سے محروم ہو گیا وہ کل کے کل خیر سے محروم ہو گیا۔

- انفاقِ مال کے حوالے سے مستحقین میں ترجیحات اس آیت میں بیان شدہ ترتیب کے مطابق ہوں گی۔

۱- انسان کے صدقہ وخیرات کے اولین حق دار اس کے قرابت دار ہیں۔

۲- یتیم کے ساتھ حسنِ سلوک کی اسلامی تعلیمات میں بہت تاکید کی گئی ہے۔ نبی کریمؐ نے یتیم کی کفالت کرنے والوں کو بہت اجر وثواب اور جنت میں اپنی رفاقت کی خوشخبری دی ہے (معارف الحدیث جلد - 6 احادیث نمبر 78-82)۔

۳- یتیموں کے بعد حق ہے ایسے مساکین کا جو باوجود کوشش کے یا کسی معذوری کی وجہ سے اپنی ضروریات پوری نہ کر سکتے ہوں۔

۴- اگر کسی مسافر کو دورانِ سفر کوئی احتیاج لاحق ہو جائے تو اُس کی مدد کرنا بھی ضروری ہے۔

۵- سائلین سے مراد ایسے لوگ ہیں جو عادتاً یا پیشہ کے طور پر نہیں بلکہ کسی وقتی پریشانی کی وجہ سے سوال کرنے پر مجبور ہو گئے ہوں۔

۶- گردنوں کے چھڑانے سے مراد غلاموں کو آزاد کرانا اور کسی قرض یا تاوان سے کسی کو نجات دلانا ہے۔

نیکی کا دوسرا عملی مظہر

عبادات کا اہتمام

وَاَقَامَ الصَّلٰوۃَ ......اوراس نے نماز قائم کی...... وَاٰ تَی الزَّ کٰوۃَ......اوراس نے زکوۃ دی

- عبادات میں سے یہاں ذکر ہے نماز اور زکوٰۃ کا۔ یہ دو بنیادی عبادات ہیں جن کا ذکر قرآنِ حکیم میں بار بار آیا ہے۔نماز کے ذریعہ انسان اللہ کی طرف بار بار متوجہ ہوتا ہے(طٰــــہٰ : **14**)اور زکوٰۃ کے ذریعہ دل سے مال یعنی غیر اللہ کی محبت نکلتی ہے۔گویا دونوں یہ عبادات قربِ الٰہی کے حصول کا ذریعہ ہیں۔
- عبادات میں پہلے ذکر ہے نماز کا جو کہ ذریعہ ہے ایمان کی آبیاری کا :

سرکشی نے کر دیئے دھندلے نقوشِ بندگی
آؤ سجدے میں گریں لوحِ جبیں تازہ کریں

- نماز کے بعد ذکر ہے زکوٰۃ کا جو ذریعہ ہے جذبۂ انفاق کی آبیاری کا۔
- اس آیت میں زکوٰۃ کا بھی ذکر ہے اور انفاقِ مال کا بھی۔لہذا نبی اکرم ؐ نے اس آیت کو دلیل بنا کر ارشاد فرمایا :

اِنَّ فِی الْمَالِ لَحَقًّا سِوَی الزَّ کٰوۃِ (ترمذی)
یقیناً مال میں زکوۃ کے علاوہ بھی (مستحقین) کا حق ہے

نیکی کا تیسرا عملی مظہر

معاملات میں ایفائے عہد

وَالْمُوْ فُوْنَ بِعَھْدِھِمْ ......اور وہ پورا کرنے والے ہیں اپنے عہد کو...... اِذَا عٰھَدُوْا ...... جب بھی عہد کریں

- نبی اکرمؐ نے وعدہ خلافی کو منافق کی ایک نشانی قرار دیا (متفق علیہ) اور فرمایا ''لَا اِیْـمَانَ لَا اَمَـانَۃَ لَہٗ وَ لَا دِیْـنَ لِـمَنْ لَا عَھْدَ لَہٗ '' اس کا کوئی ایمان ہی نہیں جس میں امانت کی

پاسداری نہیں اور اُس کا کوئی دین ہی نہیں جس میں وعدے کا پورا کرنا نہیں (بیہقی)۔

- تمام معاملاتِ انسانی تحریری یا غیر تحریری معاہدوں پر مشتمل ہوتے ہیں۔اس آیت اور متذکرہ بالا ارشاداتِ نبویؐ کی روشنی میں ہم پر ان کا احترام لازم ہے۔معاہدوں کی تین اقسام ہیں:
- اپنے آپ سے --- نیکی کا ارادہ ، گناہوں پر توبہ ، کوئی قسم یا کوئی نذر
- بندوں سے --- حقوق العباد کی ادائیگی جیسے والدین، اولاد، شوہر و بیوی اساتذہ اور پڑوسیوں وغیرہ کے حقوق۔ ملازمت، کاروبار یا دیگر پیشہ ورانہ معاہدات
- اللہ تعالیٰ سے --- اللہ نے مومنوں سے اُن کے مال اور جان خرید لئے ہیں جنت کے بدلے میں (التوبہ : **111**)

نیکی کا چوتھا عملی مظہر

معرکۂ حق و باطل میں ثابت قدمی

وَالصّٰبِرِیْنَ فِی الْبَاْ سَآءِ ...... اور بالخصوص صبر کرنے والے سختیوں میں ...... وَالضَّرَّآءِ ...... اور تکالیف میں ...... وَحِیْنَ الْبَاْسِ ...... اور لڑائی کے وقت ...... اُولٰٓئِکَ الَّذِیْنَ صَدَ قُوْا ...... یہی لوگ سچے ہوئے ...... وَاُولٰٓئِکَ ھُمُ الْمُتَّقُوْنَ ...... اور یہی لوگ متقی ہیں (1 7 7)

- دیگر مذاہب اور فلسفہ ہائے اخلاق میں لڑائی کو نیکی کے منافی سمجھا جاتا ہے لیکن اسلام کے فلسفۂ اخلاق میں نیکی کی چوٹی ہے باطل سے پنجہ آزمائی (الصّف :**4**)۔
- اسلام راہبانہ تصوّرِ نیکی کی نفی کرتا ہے اور نیکی کا ایک حرکی یعنی **Dynamic** تصوّر پیش کرتا ہے بقول اقبال :

نکل کر خانقاہوں سے ادا کر رسمِ شبیری

کہ فقر خانقاہی ہے فقط اندوہ و دلگیری

- قرآن اللہ والے ان کو قرار دیتا ہے جو اللہ کی راہ میں پامردی کے ساتھ جنگ کرتے ہیں۔
(آلِ عمران:**146**)

ایک نیک، سچا اور متقی انسان وہ ہی ہے جو اس آیت میں بیان شدہ تمام باتوں پر عمل پیرا ہو!

منتخب نصاب حصّہ اوّل

درسِ سوم : سورۂ لقمان (رکوع : **2**) --- مقامِ عزیمت

اَعُوْذُ بِاللّٰهِ مِنَ الشَّيْطٰنِ الرَّجِيْمِ ( ) بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ ( )
وَ لَقَدْ اٰتَيْنَا لُقْمٰنَ الْحِكْمَةَ اَنِ اشْكُرْ لِلّٰهِ وَ مَنْ يَّشْكُرْ فَاِنَّمَا يَشْكُرُ
لِنَفْسِهٖ وَمَنْ كَفَرَ فَاِنَّ اللّٰهَ غَنِيٌّ حَمِيْدٌ (12) وَاِذْ قَالَ لُقْمٰنُ لِابْنِهٖ
وَ هُوَ يَعِظُهٗ يٰبُنَيَّ لَا تُشْرِكْ بِاللّٰهِ اِنَّ الشِّرْكَ لَظُلْمٌ
عَظِيْمٌ (13) وَوَصَّيْنَا الْاِنْسَانَ بِوَالِدَيْهِ حَمَلَتْهُ اُمُّهٗ وَهْنًا عَلٰى
وَهْنٍ وَّفِصٰلُهٗ فِيْ عَامَيْنِ اَنِ اشْكُرْ لِيْ وَلِوَالِدَيْكَ ط اِلَيَّ
الْمَصِيْرُ (14) وَاِنْ جَاهَدٰكَ عَلٰى اَنْ تُشْرِكَ بِيْ مَا لَيْسَ
لَكَ بِهٖ عِلْمٌ فَلَا تُطِعْهُمَا وَصَاحِبْهُمَا فِي الدُّنْيَا مَعْرُوْفًا وَّاتَّبِعْ سَبِيْلَ مَنْ
اَنَابَ اِلَيَّ ج ثُمَّ اِلَيَّ مَرْجِعُكُمْ فَاُنَبِّئُكُمْ بِمَا كُنْتُمْ تَعْمَلُوْ

نَ (15) يٰبُنَيَّ اِنَّهَآ اِنْ تَكُ مِثْقَالَ حَبَّةٍ مِّنْ خَرْدَلٍ فَتَكُنْ فِيْ
صَخْرَةٍ اَوْ فِي السَّمٰوٰتِ اَوْفِي الْاَرْضِ يَاْتِ بِهَا اللّٰهُ ط اِنَّ اللّٰهَ
لَطِيْفٌ خَبِيْرٌ (16) يٰبُنَيَّ اَقِمِ الصَّلٰوةَ وَاْمُرْ بِالْمَعْرُوْفِ وَانْهَ عَنِ
الْمُنْكَرِ وَاصْبِرْ عَلٰى مَا اَصَابَكَ ط اِنَّ ذٰلِكَ مِنْ عَزْمِ
الْاُمُوْرِ (17) وَلَا تُصَعِّرْ خَدَّكَ لِلنَّاسِ وَلَا تَمْشِ فِي الْاَرْضِ
مَرَحًا ط اِنَّ اللّٰهَ لَا يُحِبُّ كُلَّ مُخْتَالٍ فَخُوْرٍ (18) وَاقْصِدْ فِيْ
مَشْيِكَ وَاغْضُضْ مِنْ صَوْتِكَ ط
اِنَّ اَنْكَرَ الْاَصْوَاتِ لَصَوْتُ الْحَمِيْرِ (19)

☆ **تمہیدی نکات:**

۱- منتخب نصاب کے حصّہ اوّل کا درسِ سوم سورۂ لقمان کے دوسرے رکوع پر مشتمل ہے۔

۲- رکوع کسی سورۃ کا وہ حصّہ ہے جس میں ایک مضمون کے بیان کی تکمیل ہوجاتی ہے اور اس کی تلاوت سے نماز کی ایک رکعت میں تلاوت کا حق ادا ہوجاتا ہے۔

۳- اس درس میں سورۃ العصر میں بیان شدہ نجات کی شرائط ایک نئے اسلوب میں واضح کی گئی ہیں :

ایمان :

اللہ پر ایمان :

- اللہ کے شکر کا التزام آیت : **12**
- اللہ کے ساتھ شرک سے اجتناب آیت : **13**
- چار صفاتِ باری تعالیٰ کا بیان (غنی، حمید، لطیف، خبیر) آیت : **12**، **16**

آخرت پر ایمان :

- اِلَیَّ الْمَصِیْرُ (میری طرف ہی لوٹنا ہے) آیت : 14
- اِلَیَّ مَرْجِعُكُمْ فَاُنَبِّئُكُمْ بِمَا كُنْتُمْ تَعْمَلُوْنَ (پھر میری طرف ہی تم سب کو لوٹنا ہے تو میں تمہیں بتادوں گا جو کچھ تم کرتے رہے) آیت : 15
- اِنَّهَآ اِنْ تَكُ مِثْقَالَ حَبَّةٍ مِّنْ خَرْدَلٍ فَتَكُنْ فِیْ صَخْرَةٍ اَوْ فِی السَّمٰوٰتِ اَوْ فِی الْاَرْضِ يَاْتِ بِهَا اللّٰهُ (اگر ہو کوئی عمل رائی کے دانے کے برابر پھر وہ کیا جائے کسی چٹان میں یا آسمانوں میں یا زمین میں اللہ اُسے لے آئے گا)۔ آیت : 16
- ایمان بالرسالت کا اس درس میں ذکر نہیں اور نہ ہی ان تفصیلات کا ذکر ہے جن کا علم رسالت کے ذریعہ ہوتا ہے۔

اعمالِ صالحہ :

- والدین کے حقوق اور بالخصوص ماں کا حق آیت : 14
- عبادات میں سے نماز کا ذکر آیت : 17
- حسنِ سیرت کے دو پہلوؤں تواضع اور میانہ روی کا ذکر آیات : 18 - 19

تواصی بالحق :

- ''امر بالمعروف'' اور ''نہی عن المنکر'' کا ذکر آیت: 17

تواصی بالصّبر :

- امر بالمعروف اور نہی عن المنکر کے نتیجہ میں صبر کا مرحلہ اور اس کے لئے ہمت و حوصلہ کی ضرورت کا بیان آیت: 17

۳- اس درس کے پس منظر میں حضرت لقمان کی شخصیت ہے جو ایک حکیم و دانا انسان تھے۔ان کے اقوال اہلِ عرب اپنے کلام اور خطبات میں بطورِ دلیل پیش کیا کرتے

تھے۔وہ یمن کے بادشاہ تھے یا ایک اور رائے کے مطابق سوڈان کے حبشی النسل غلام اور پیشے کے اعتبار سے بڑھئی۔ نبی نہیں تھے البتہ اس میں اختلاف ہے کہ کسی نبی کے پیروکار تھے یا نہیں۔ رکوع کے مضامین کی داخلی شہادت ہے کہ کسی نبی کے پیروکار نہیں تھے۔

۴- اس درس کا موضوع ہے انسان کی فطرتِ سلیمہ کی ترجمانی۔حضرت لقمان ایک سلیم الفطرت انسان تھے جو اپنی زندگی بھر کی متاع یعنی اپنے غور و فکر کا حاصل، اپنے بیٹے کو نصیحت کی صورت میں منتقل کر رہے ہیں۔

۵- آیات کا تجزیہ :

آیت : 12:	حضرت لقمان کا تعارف
آیات: 13، 16، 17، 18، 19 :	حضرت لقمان کی نصیحت / وصیت کے 8 نکات
آیات: 14، 15 :	اللہ تعالیٰ کی وصیت

رکوع کے مضامین پر غور

☆ آیت : **12** : (حضرت لقمان کا تعارف)

وَ لَقَدْ اٰتَيْنَا لُقْمٰنَ الْحِكْمَةَ اَنِ اشْكُرْ لِلّٰهِ ...... اور یقیناً ہم نے دی لقمان کو دانائی...... اَنِ اشْكُرْ لِلّٰهِ ......کہ کر شکر اللہ کا...... وَ مَنْ يَّشْكُرْ ......اور جو کوئی بھی شکر کرتا ہے...... فَاِنَّمَا يَشْكُرُ لِنَفْسِهٖ ...... تو وہ شکر کرتا ہے اپنے ہی لئے ...... وَمَنْ كَفَرَ ...... اور جس نے ناشکری کی...... فَاِنَّ اللّٰهَ غَنِيٌّ حَمِيْدٌ ...... تو اللہ کسی کا محتاج نہیں اور بذاتِ خود محمود ہے

حکمت :

- حکمت کی فضیلت و اہمیت کے تین پہلو ہیں :

i- سورہ ٔبقرة آیت 269 میں حکمت کو عطیہ ٔ خداوندی اور خیر کثیر یعنی بہت بڑی

دولت قرار دیا گیا۔

ii- حکمت تمہیدِ نبوت ہے یعنی نبوت سے قبل انبیاء کو حکمت دی جاتی ہے۔

(یوسف :22، القصص :14)

iii- حکمت مومن کی گُم شدہ متاع ہے۔حدیثِ نبوی ؐ ہے :

" اَلْکَلِمَۃُ الْحِکْمَۃُ ضَالَّۃُ الْمُؤْمِنِ فَحَیْثُ وَجَدَ ھَا فَھُوَ اَحَقُّ بِھَا"

حکمت کی بات مومن کی گمشدہ متاع ہے، وہ اس کا زیادہ حق دار ہے
جہاں کہیں اسے پائے ۔ (بخاری)

- حکمت کے معنی ہیں دانائی۔ اصطلاحی طور پر حکمت شعورِ انسانی کی اس پختگی کو کہا جاتا ہے جس میں حق و باطل میں تمیز، خیر کی جانب فیصلہ کُن میلان اور شر سے نفرت پیدا ہوچکی ہو اور اصابتِ رائے کا شرف حاصل ہوجائے ۔ دوسرے الفاظ میں حکمت سے مراد وہ بصیرتِ باطنی ہے جس کے ذریعہ اشیاء کی حقیقت کو دیکھا جاتا ہے۔ مسنون دعا ہے :

اَللّٰھُمَّ اَرِنِی حَقِیْقَۃَ الْاَشْیَاءِ کَمَا ھِیَ

اے اللہ مجھے اشیاء کی حقیقت دکھا جیسی کہ وہ ہے

دلِ بینا بھی کر خدا سے طلب
آنکھ کا نور دل کا نور نہیں

اور

اے اہلِ نظر ذوقِ نظر خوب ہے لیکن
جو شے کی حقیقت کو نہ دیکھے وہ نظر کیا

- کسی شے کی حقیقت کو بیان کرنے کے لئے حکمت کے علاوہ فلسفہ کی اصطلاح بھی استعمال کی جاتی ہے، لیکن ان دونوں میں ایک فرق ہے :

حکمت = فطرت + عقل

فلسفہ = منطق + عقل

شکر :

- امام راغب اصفہانیؒ نے مفردات القرآن میں شکر کی تعریف اس طرح کی ہے :

اَلشُّکْرُ تَصَوُّرُ النِّعْمَۃِ وَاِظْھَارُھَا

شکر نعمت کو یاد رکھنے اور اس کے اظہار (یعنی ردِّعمل) کا نام ہے۔

- شکر کے تین درجات ہیں :

ا- شکر بالقلب یعنی دل کی گہرائی سے کسی نعمت واحسان کا اعتراف کرنا

۲- شکر باللسان یعنی زبان سے کسی نعمت واحسان کا اعتراف کرنا

۳-شکر بالجوارح یعنی پورے وجود سے کسی نعمت واحسان کا اعتراف کرنا یعنی اپنے کسی عمل سے نعمت کی ناقدری نہ کرنا۔

- شکر حکمت کا مظہرِ اوّل ہے۔ فطرت اگر سلامت ہے یعنی آلودگی سے پاک ہے تو اس کا اظہار شکر کی صورت میں ہوتا ہے اور اب عقل سلیم کی روشنی میں مُنعمِ حقیقی اور محسنِ اصلی تک رسائی ہو جاتی ہے۔ گویا شکر فطرت کے صحیح ہونے کی علامت اور حکمت کا اولین ولازمی مظہر ہے۔

- جذبۂ شکر عبادت کی حقیقی بنیاد ہے۔ مُنعمِ حقیقی اور محسنِ اصلی کی معرفت کے حصول کے بعد انسان میں اس کی بندگی کی خواہش فطری طور پر پیدا ہوتی ہے :

ھَلْ جَزَآءُ الْاِحْسَانِ اِلَّا الْاِحْسَانُ (الرحمٰن :60)

- وَمَن یَّشْکُرْ فَاِنَّمَا یَشْکُرُ لِنَفْسِہٖ کے الفاظ شکر کی افادیت کو ظاہر کرتے ہیں۔ شکر نعمت میں برکت واضافہ کا ذریعہ بنتا ہے (ابراہیم :7)۔ شکر کی وجہ سے انسان کی شخصیت کی تعمیر صحیح رخ پر ہوتی ہے۔ ارشادِ نبوی ؐ ہے :

'' لَایَشْکُرُ اللّٰہَ مَنْ لَّایَشْکُرُ النَّاسَ ''

وہ اللہ کا شکر گزار نہیں ہوتا جو لوگوں کا شکر ادا نہیں کرتا (بخاری)

کفر :

کفر کا لغوی مفہوم ہے چھپانا یا انکار کرنا۔ قرآنِ حکیم میں یہ لفظ تین معانی میں استعمال ہوا ہے:

۱ - کفر بمقابلہ شکر — وجہ تکبر

۲- کفر بمقابلہ اسلام — وجہ تعصب — قانونی کافر

۳- کفر بمقابلہ ایمان — وجہ حُبِّ دنیا — منافق۔ قانونی مسلمان

غنی: خود مکتفی۔ جو کسی اور کا محتاج نہ ہو۔ ***Self - Sufficent***

حمید : اس کا درجۂ کمال بذاتِ خود نمایاں ہے - اس کا حسن از خود ظاہر ہے

آفتاب آمد دلیلِ آفتاب

- اس آیت میں اللہ نے حضرت لقمان کا تعارف ایک حکیم و دانا انسان کی حیثیت سے کرایا جو اپنے رب کے شکر گزار بندے تھے۔ اللہ نے ان کی شکر گزاری کا دنیا میں یہ انعام دیا کہ ان کی نصیحت کو قرآنِ پاک میں نقل فرما کر ایک اعزاز بخشا اور اسے قیامت تک کے لئے محفوظ کر دیا۔

☆ آیت : *13* :(حضرت لقمان کی نصیحت یا وصیت کا آغاز)

وَاِذْ قَالَ لُقْمٰنُ لِابْنِهٖ ......اور جب لقمان نے اپنے بیٹے سے کہا...... **وَهُوَ يَعِظُهٗ** ...... اور وہ اُس کو نصیحت کر رہے تھے ...... **يٰبُنَيَّ لَا تُشْرِكْ بِاللّٰهِ** ......اے میرے بیٹے اللہ کے ساتھ کسی کو شریک نہ کرو ...... **اِنَّ الشِّرْكَ لَظُلْمٌ عَظِيْمٌ** ......بے شک شرک بہت بڑی ناانصافی ہے

- وعظ کہتے ہیں ایسی نصیحت کو جو دل پر اثر کرے۔ یہاں یہ لفظ مزید اہمیت کا حامل ہے کیوں کہ مخاطب بیٹا ہے۔ پھر اس لفظ میں انتہائی زور پیدا ہو جائے گا اگر یہ نصیحت حضرت لقمان نے اپنی وفات کے وقت بیٹے کو وصیت کے طور پر کی ہے۔
- ظلم سے مراد ہے **وَضْعُ الشَّیْءِ فِی غَیْرِ مَحَلِّهٖ** (کسی چیز کو اس کے اصل مقام

سے ہٹا کر درجہ دینا)۔ سب سے بڑا ظلم ہے اللہ کے ساتھ کسی کو شریک کرنا۔

- حضرت لقمان کی اوّلین اور اہم ترین نصیحت ہے، ''اللہ کے ساتھ کسی کو شریک نہ کرو''۔ اس آیت پر ''حقیقت و اقسامِ شرک'' کے عنوان سے علیحدہ سے گفتگو کی جائے گی۔

☆ آیات : *14 - 15* :(درمیان میں اللہ کی وصیت)

وَوَصَّيْنَا الْاِنْسَانَ بِوَالِدَيْهِ ...... اور ہم نے انسان کو وصیت کی اُس کے والدین کے بارے میں ...... **حَمَلَتْهُ اُمُّهٗ** ...... اٹھاتی ہے اُس کو اُس کی ماں ...... **وَهْنًا عَلٰى وَهْنٍ** ...... تکلیف پر تکلیف جھیل کر ...... **وَفِصٰلُهٗ فِيْ عَامَيْنِ** ...... اور اُس کا دودھ چھڑانا ہے دو سالوں میں ...... **اَنِ اشْكُرْ لِيْ** ...... کہ کر شکر میرا ...... **وَلِوَالِدَيْكَ** ...... اور اپنے والدین کا ...... **اِلَيَّ الْمَصِيْرُ** ...... میری طرف ہی لوٹنا ہے ...... **وَاِنْ جَاهَدٰكَ** ...... اور اگر وہ دونوں تجھ سے جہاد کریں ...... **عَلٰٓى اَنْ تُشْرِكَ بِيْ** ...... کہ تو شرک کرے میرے ساتھ ...... **مَا لَيْسَ لَكَ بِهٖ عِلْمٌ** ...... جس کے لئے تیرے پاس کوئی علم نہیں ...... **فَلَا تُطِعْهُمَا** ...... تو اُن کا کہنا نہ مان ...... **وَصَاحِبْهُمَا فِي الدُّنْيَا مَعْرُوْفًا** ...... اور دنیا میں اُن کا ساتھ دے بھلے طریقے سے ...... **وَّاتَّبِعْ سَبِيْلَ مَنْ اَنَابَ اِلَيَّ** ......اور پیروی کر اُس کے راستے کی جس نے رُخ کیا میری طرف ...... **ثُمَّ اِلَيَّ مَرْجِعُكُمْ** ...... پھر میری طرف ہی تم سب کو لوٹنا ہے ...... **فَاُنَبِّئُكُمْ بِمَا كُنْتُمْ تَعْمَلُوْنَ** ...... تو میں تمہیں بتا دوں گا جو کچھ تم کرتے رہے

- ان آیات میں اللہ نے حضرت لقمان کی نصیحت کے درمیان بذاتِ خود والدین کے حقوق بیان فرمائے ہیں۔ یہ مناسب نہ تھا کہ حضرت لقمان اپنے بیٹے کو اپنے حقوق سے آگاہ فرماتے۔

- یہ آیات ادائیگی حقوق کے ضمن میں فطری ترتیب اور تصادم کی صورت میں معتدل رہنمائی فراہم کرتی ہیں یعنی :

۱- بندوں پر فائق ترین حق اللہ کا ہے لہٰذا اوّل شکر اُسی کا ہے اور پھر والدین کا۔

۲- مخلوق میں فائق ترین حق والدین کا، خصوصاً والدہ کا ہے۔قرآنِ حکیم میں اس مقام کے علاوہ مزید چار مقامات پر اللہ کے بعد والدین کے حقوق کا ذکر ہے(البقرہ :**83**،النساء : **36**،الانعام: **152**،بنی اسرائیل :**23**)۔

۳- اللہ اور والدین کے حقوق میں تصادم کی صورت میں والدین کا حق اطاعت ساقط ہو جائے گا۔ارشادِ نبوی ؐ ہے :

لَا طَاعَةَ لِمَخْلُوقٍ فِی مَعْصِیَةِ الْخَالِقِ (ابو داؤد)

مخلوقات میں سے کسی کی اطاعت جائز نہیں اگر اس سے خالق کی نافرمانی ہو

۴- **وَ صَاحِبْهُمَا فِی الدُّنْیَا مَعْرُوْفًا** کے الفاظ رہنمائی کر رہے ہیں کہ والدین کا حق اطاعت ساقط ہونے کے باوجود ان کا حق خدمت برقرار رہے گا۔

- **اِتَّبِعْ سَبِیْلَ مَنْ اَنَابَ اِلَیَّ** کا مفہوم ہے کہ انسان کو پیروی کسی ایسی ہستی کی کرنی چاہیئے جس کا رُخ اللہ کی طرف ہو۔ان الفاظ میں کسی دینی اجتماعیت کے ساتھ منسلک ہونے کی طرف اشارہ ہے۔
- **اِلَیَّ الْمَصِیْرُ** اور **اِلَیَّ مَرْجِعُکُمْ فَاُنَبِّئُکُمْ بِمَا کُنْتُمْ تَعْمَلُوْنَ** سے واضح ہوتا ہے کہ حقوق کی ادائیگی کے لئے جذبۂ محرکہ ہے آخرت میں جوابدہی کا احساس۔
- آیت :**14** میں ضمنی طور پر دو اہم باتیں بیان ہوئی ہیں :

i- **وَ اِنْ جَاهَدَاکَ** کے الفاظ ظاہر کر رہے ہیں کہ مشرکین بھی جہاد کرتے ہیں۔ گویا جہاد منفی و مثبت دونوں کاموں کے لئے ہوتا ہے۔اعلیٰ ترین جہاد ہے اللہ کے دین کی سربلندی کے لئے جہاد کرنا جسے ’’جہاد فی سبیل اللہ‘‘ کہا جاتا ہے۔

ii- **مَا لَیْسَ لَکَ بِهٖ عِلْمٌ** کے الفاظ اس حقیقت پر دلیل ہیں کہ شرک کے لئے

نہ کوئی عقلی دلیل ہے اور نہ نقلی۔

☆ آیت : **16** :(حضرت لقمان کی نصیحت کا دوسرا نکتہ)

یٰبُنَیَّ ......اے میرے بیٹے! ...... **اِنَّهَآ اِنْ تَکُ مِثْقَالَ حَبَّةٍ مِّنْ خَرْدَلٍ** ...... اگر ہو کوئی عمل رائی کے دانے کے برابر ...... **فَتَکُنْ فِیْ صَخْرَةٍ** ...... پھر وہ کیا جائے کسی چٹان میں ...... **اَوْ فِی السَّمٰوٰتِ** ...... یا آسمانوں میں ...... **اَوْفِی الْاَرْضِ** ...... یا زمین میں ...... **یَاْتِ بِهَا اللّٰهُ** ...... اللہ اُسے لے آئے گا ...... **اِنَّ اللّٰهَ لَطِیْفٌ خَبِیْرٌ**...... یقیناً اللہ باریک بین ہے اور باخبر

- حضرت لقمان کی نصیحت کا دوسرا نکتہ ہے کہ اعمالِ انسانی محفوظ ہیں اور یہ نتیجہ خیز ہوں گے۔ایک سلیم الفطرت انسان غور وفکر کے ذریعہ اس نتیجہ تک پہنچ جاتا ہے کہ کائنات میں ہر شے بامقصد ہے۔اسی طرح ہمارے باطن میں جو نیکی و بدی کا شعور ہے، وہ بھی بلامقصد نہیں ہے۔نیک عمل پر ہمیں باطنی مسرت ہوتی ہے اور برے عمل پر ہم ایک خلش محسوس کرتے ہیں۔نیکی اور بدی کے حوالے سے مختلف احساسات مکافاتِ عمل کی دلیل ہیں کیوں کہ اس دنیا میں نتائج اس کے برعکس نظر آتے ہیں۔دنیا میں نیکی کی جزا اور بدی کی سزا اپنی اپنی مناسبت سے نہ ملتی ہے اور نہ مل سکتی ہے۔نیکی و بدی کے حوالے سے ہماری متضاد باطنی کیفیات کے بامقصد ہونے کا تقاضا ہے کہ ایک دن ایسا ہو جس میں نیکو کاروں کو ان کی نیکیوں کے تناسب سے بھرپور انعام اور ظالموں کو ان کی برائیوں کی مناسبت سے بھرپور سزا ملے۔

از مکافاتِ عمل غافل مشو
گندم از گندم بروید جو ز جو

- حضرت لقمان نے آخرت کے بارے میں وہ تفاصیل بیان نہیں کیں جن کا علم ایک نبی ؑ کے ذریعہ ہوتا ہے۔اس سے محسوس ہوتا ہے کہ شائد اُن تک کسی نبی ؑ کی دعوت نہیں پہنچی۔

☆ آیت : **17** :(حضرت لقمان کی نصیحت کا تیسرا، چوتھا اور پانچواں نکتہ)

یٰبُنَیَّ ...... اے میرے بیٹے! ...... اَقِمِ الصَّلٰوۃَ ...... قائم کر نماز ...... وَاْمُرْ بِالْمَعْرُوْفِ ...... اور حکم دے نیکی کا ...... وَانْہَ عَنِ الْمُنْکَرِ ...... اور روک برائی سے ...... وَاصْبِرْ عَلٰی مَا اَصَابَکَ ...... اور صبر کر اُس پر جو تجھ پر بیتے ...... اِنَّ ذٰلِکَ مِنْ عَزْمِ الْاُمُوْرِ ...... بے شک یہ ہے ہمت کے کاموں میں سے

- حضرت لقمان کی نصیحت کا تیسرا نکتہ ہے قیامِ صلوٰۃ یعنی اللہ سے مسلسل لو لگائے رکھنا۔صلوٰۃ کے لغوی معنی ہیں دعا کرنا (التوبہ:**99**، **103**)، اللہ سے لو لگانا، حرارت حاصل کرنا۔صحیح مسلم کی ایک حدیثِ قدسی میں صلوٰۃ کا لفظ سورۃ فاتحہ کے لئے آیا ہے جو کہ ایک جامع دعا ہے۔صلوٰۃ کا عمل مشرکین کے ہاں بھی تھا (الانفال:**35**)۔سورۂ نور آیت **41** میں جملہ مخلوقات خصوصاً پرندوں کے وظیفہ کے لئے صلوٰۃ ہی کا لفظ آیا ہے۔البتہ اصطلاحی طور پر یہ لفظ عبادت کی اس معین صورت اور طریقۂ کار کے لئے آتا ہے جو انبیاء کرام سکھاتے ہیں اور اسی کو اردو میں نماز کہا جاتا ہے۔اگر حضرت لقمان تک کسی نبیؑ کی دعوت نہیں پہنچی تو یہاں لفظِ صلوٰۃ لغوی معنی میں ہے۔
- حضرت لقمان کی نصیحت کا چوتھا نکتہ ہے امر بالمعروف و نہی عن المنکر کا اہتمام کرنا۔ معروف سے مراد ہے ایسا کام جس کی پہچان اور خوبی فطرت میں ودیعت شدہ ہے۔ منکر کہتے ہیں ایسے کام کو جس کا فطرت انکار کرتی ہے۔گویا فطرتِ انسانی اندھی اور بہری نہیں بلکہ نیکی اور بدی کی الہامی تمیز سے مزین ہے :

اَلْبِرُّ حُسْنُ الْخُلْقِ وَ الْاِثْمُ مَا حَاکَ فِی نَفْسِکَ
وَ کَرِھْتَ اَنْ یَّطَّلِعَ عَلَیْہِ النَّاسُ

"نیکی حسن اخلاق ہے اور گناہ وہ ہے جو تیرے جی میں گھٹن پیدا کرے اور تو ناپسند کرے کہ لوگ اسے جان لیں"۔ (متفق علیہ)

- ایک بہت بڑا مغالطہ ہے کہ تبلیغ کے معاملے میں صرف امر بالمعروف کافی ہے حالانکہ قرآن حکیم میں دس مقامات پر امر بالمعروف و نہی عن المنکر کا ذکر ایک ساتھ آیا ہے :

i- النحل آیت: **90**	شانِ باری تعالیٰ
ii- لقمان آیت: **17**	تقاضائے فطرت و حکمت
iii- الاعراف آیت: **157**	شانِ محمد ﷺ
iv- التوبہ آیت:**71**	شانِ صحابہؓ
v- آلِ عمران آیات : **113 - 114**	صالحین اہلِ کتاب کے اوصاف
vi- التوبہ آیت:**67**	کیفیتِ منافقین
vii- آلِ عمران آیت:**110**	اُمت کا فرضِ منصبی
viii- آلِ عمران آیات:**102 - 104**	اُمتِ مسلمہ کے لئے سہ نکاتی لائحۂ عمل کا نقطۂ عروج
ix- الحج آیت:**41**	اصحابِ اقتدار کا فرضِ عین
x- التوبہ آیات:**111 - 112**	سرفروش اور جانباز اہلِ ایمان کی اعلیٰ ترین صفت

احادیثِ مبارکہ میں نہی عن المنکر کو خصوصی اہمیت دی گئی ہے :

مَنْ رَاٰی مِنْکُمْ مُنْکَرًا فَلْیُغَیِّرْہُ بِیَدِہٖ فَاِنْ لَّمْ یَسْتَطِعْ فَبِلِسَانِہٖ فَاِنْ لَّمْ یَسْتَطِعْ فَبِقَلْبِہٖ وَ ذٰلِکَ اَضْعَفُ الْاِیْمَانِ (مسلم)

تم میں سے جو کوئی کسی برائی کو دیکھے پس اسے چاہیئے کہ اسے اپنے ہاتھ سے روک دے، پھر اگر وہ اس کی طاقت نہ رکھتا ہو تو اپنی زبان سے روک دے، پھر اگر وہ اس کی بھی طاقت نہ رکھتا ہو تو اپنے دل میں اسے برا سمجھے اور یہ ایمان کا سب سے کمزور درجہ ہے۔

- حضرت لقمان کی نصیحت کا پانچواں نکتہ ہے صبر کرنا ان تکالیف پر جو امر بالمعروف ونہی عن المنکر کے نتیجہ میں لازماً پیش آ کر رہتی ہیں۔ باوجود مخالفت کے امر بالمعروف ونہی عن المنکر کا فریضہ استقامت سے جاری رکھنا بڑا مشکل کام ہے ،اسی لئے حضرت لقمان نے کہا اِنَّ ذٰلِکَ مِنۡ عَزۡ مِ الۡاُمُوۡرِ !

☆ آیت : **18** : (حضرت لقمان کی نصیحت کا چھٹا نکتہ)

وَلَا تُصَعِّرۡ خَدَّکَ لِلنَّاسِ ...... اور نہ پُھلا اپنے گال لوگوں کے سامنے ...... وَلَا تَمۡشِ فِی الۡاَرۡضِ مَرَحًا ...... اور نہ زمین میں چل اتراتا ہوا ...... اِنَّ اللّٰہَ لَا یُحِبُّ کُلَّ مُخۡتَالٍ فَخُوۡرٍ ...... بے شک اللہ پسند نہیں کرتا خود کو کچھ سمجھنے والے اور بڑائی کرنے والے کو

- حضرت لقمان کی نصیحت کا چھٹا نکتہ ہے تکبر اور بڑائی سے بچنا۔ تکبر کی علامت یہ ہے کہ انسان دوسروں کو حقیر سمجھے اور اُن سے سیدھے منہ بات نہ کرے۔ انسان کی چال تکبر کے اظہار کی ایک علامت ہوتی ہے۔ شیطان ایک نیک انسان میں نیکی پر گھمنڈ پیدا کر کے اس کی نیکی کو ضائع کرا دیتا ہے۔ ارشادِ نبوی ؐ ہے :

لَا یَدۡ خُلُ الۡجَنَّۃَ مَنۡ کَانَ فِی قَلۡبِہٖ مِثۡقَالُ ذَرَّۃٍ مِّنۡ کِبۡرٍ (مسلم ؒ)

وہ ہرگز جنت میں داخل نہیں ہوگا جس کے دل میں ذرہ برابر بھی تکبّر ہوگا

مسنون دعا ہے:

اَللّٰھُمَّ اجۡعَلۡنِی فِی عَیۡنِی صَغِیۡرًا وَّ فِی اَعۡیُنِ النَّاسِ کَبِیۡرًا

اے اللہ تو مجھے میری نگاہوں میں چھوٹا اور لوگوں کی نگاہوں میں بڑا کر دے

☆ آیت : **19** :(حضرت لقمان کی نصیحت کا ساتواں اور آٹھواں نکتہ)

وَاقۡصِدۡ فِیۡ مَشۡیِکَ ...... اور میانہ روی اختیار کر اپنی چال میں ......

وَاغۡضُضۡ مِنۡ صَوۡتِکَ ...... اور پست رکھ اپنی آواز کو ...... اِنَّ اَنۡکَرَ الۡاَصۡوَاتِ ...... بے شک آوازوں میں سب سے بری آواز ...... لَصَوۡتُ الۡحَمِیۡرِ ...... یقیناً گدھے کی آواز ہے

- حضرت لقمان کی نصیحت کا ساتواں نکتہ ہے میانہ روی اختیار کرنا ظاہری چال میں اور پوری زندگی کی روش میں۔ ظاہری اعتبار سے جس طرح اکڑ کر چلنا درست نہیں اسی طرح اپنے زہد اور تقویٰ کے اظہار کے لئے مریضوں کی طرح جھک کر چلنا بھی منع ہے۔ اسی طرح زندگی کے جملہ فکری و عملی معاملات میں بھی انتہا پسندی سے بچنا چاہیئے۔
- حضرت لقمان کی نصیحت کا آٹھواں نکتہ ہے بحث کے دوران آواز پست رکھنا اور دلیل کے مقابلہ میں بلند آواز کے ذریعہ غالب آنے کی کوشش نہ کرنا۔ البتہ ضرورت کے تحت آواز بلند کرنا منع نہیں ہے مثلاً خطابت یا تدریس کے دوران، اذان کہتے ہوئے یا کسی کو متوجہ کرنے کے لئے۔

منتخب نصاب حصّہ اوّل

حقیقت واقسامِ شرک

اَعُوۡذُ بِاللّٰہِ مِنَ الشَّیۡطٰنِ الرَّجِیۡمِ ( ) بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ ( )

وَاِذۡ قَا لَ لُقۡمٰنُ لِابۡنِہٖ وَھُوَ یَعِظُہٗ یٰبُنَیَّ لَا تُشۡرِکۡ بِاللّٰہِ

اِنَّ الشِّرۡکَ لَظُلۡمٌ عَظِیۡمٌ ( )

☆ ترجمہ :

وَاِذۡ قَا لَ لُقۡمٰنُ لِابۡنِہٖ ...... اور جب لقمان نے اپنے بیٹے سے کہا...... وَھُوَ یَعِظُہٗ

...... اور وہ اُس کو نصیحت کر رہے تھے ...... یٰبُنَیَّ ...... اے میرے بیٹے ! ......

لَا تُشْرِکْ بِاللّٰہِ ...... اللہ کے ساتھ کسی کو شریک نہ کرو ...... **اِنَّ الشِّرْکَ لَظُلْمٌ عَظِیْمٌ** ...... بے شک شرک بہت بڑی نا انصافی ہے ۔(لقمان :13)

☆ موضوع کو سمجھنے کی اہمیت :

۱- شرک سب سے بڑا ظلم ہے ۔ لقمان:13

قرآنِ حکیم میں ہر جگہ ظلم سے مراد شرک ہے بشرطیکہ سیاق وسباق کوئی اور مفہوم متعین نہ کریں ۔سورہ ٔانعام کی آیات 81 اور 82 کی وضاحت میں نبی اکرمؐ نے سورۂ لقمان کی اسی آیت کو بیان فرمایا (بخاریؒ) ۔

۲- شرک کے لئے معافی نہیں اِلاّ یہ کہ توبہ کرلی جائے۔ النساء :48 ، 116

۳- شرک کرنے والے کے لئے جنت حرام کردی گئی ہے۔ المائدہ : 72

۴- شرک کا ارتکاب اللہ پر ایمان رکھنے والوں کی اکثریت کرتی ہے۔ یوسف : 106

۵- شرک ایک ایسا ہمہ گیر جرم ہے جو ہر دور میں ایک نئی صورت اختیار کرلیتا ہے۔

۶- قرآنِ کریم نے چھ بار حضرت ابراہیمؑ کو سب سے بڑا اعزاز وسند دی کہ:

"وَمَا کَانَ مِنَ الْمُشْرِکِیْنَ" وہ شرک کرنے والوں میں سے نہ تھے

گویا شرک سے بچنا اس قدر مشکل ہے کہ جس نے ایسا کرلیا اس کے لئے کئی بار تحسین کے یہ کلمات بیان ہوئے۔

☆ حقیقتِ شرک :

مخلوقات میں سے کسی کو کسی بھی اعتبار سے اللہ کے برابر کردینا شرک ہے۔اس کی ایک صورت تو یہ ہوتی ہے کہ اللہ کے ساتھ کوئی کمزوری وابستہ کرکے، اُسے اُس کے مقامِ رفیع سے اتار کر مخلوقات کے برابر کردیا جاتا ہے یا دوسری صورت میں مخلوقات میں سے کسی کے مقام ومرتبہ

کو اتنا بڑھا دیا جاتا ہے کہ اسے اٹھا کر اللہ کے برابر کردیا جاتا ہے۔مشرک وہ نہیں ہے جو اللہ کو نہ مانے بلکہ مشرک وہ ہے جو اللہ کو مانے لیکن اس کے ساتھ کسی کو شریک ٹھہرادے۔

☆ اقسامِ شرک :

تقسیمِ اوّل: ۱- شرکِ جلی ۲- شرکِ خفی

تقسیمِ دوم: ۱- شرکِ نظری ۲- شرکِ عملی

تقسیمِ سوم: ۱- شرک فی المعرفہ ۲- شرک فی الطلب (امام ابن تیمیہؒ)

تقسیمِ چہارم: ۱- شرک فی الذات ۲- شرک فی الصفات

۳- شرک فی الحقوق

☆ شرک فی الذات (جلی اور بدترین نیز اعتقادی/شعوری شرک) :

مخلوقات میں سے کسی کو خدا قرار دے دینا۔اس شرک کا ارتکاب ان لوگوں نے بھی کیا جو اپنی نسبت کسی نبی یا الہامی کتاب سے قائم کرتے ہیں اور ان لوگوں نے بھی جن کے مذہب کی بنیاد کسی فلسفہ پر ہے۔

کسی نبی یا الہامی کتابوں کو ماننے والوں کا شرک :

۱- یہودیوں اور عیسائیوں نے انبیاء کرامؑ کو خدا کا بیٹا قرار دیا۔ (التوبۃ: 30)

قرآنِ حکیم میں اس شرک کی نفی:

بنی اسرائیل:111 الکھف:4 - 5 سورہ ٔاخلاص

الانعام : 101 مریم:88 - 92 (سخت ترین مذمت)

۲- مشرکینِ مکہ نے فرشتوں کو خدا کی بیٹیاں قرار دیا۔ (الزخرف:19)

قرآنِ حکیم میں اس شرک کی نفی:

النجم : 21 - 22 | بنی اسرائیل: 40 | الصّٰفّٰت :149 - 157

الزخرف : 16 - 17 | النحل :57 - 59

الحمدللہ! امت محمدیہؐ شرک فی الذات سے محفوظ رہی اور اس کے کسی بھی قابلِ ذکر مکتبۂ فکر نے اس شرک کا ارتکاب نہیں کیا حالاں کہ اس امت کی اپنے نبیؐ سے محبت ہمیشہ مثالی رہی ہے۔ اللہ تعالیٰ نے امت محمدیہؐ کی اس شرک سے خصوصی حفاظت فرمائی، ورنہ ختم نبوت کے بعد کون آ کر امت کی اصلاح کرتا؟ اس خصوصی حفاظت کے مظاہر یہ ہیں:

۱- قرآنِ حکیم میں بار بار انبیاء کرامؑ خصوصاً نبی اکرمؐ کی بشریت کو نمایاں کیا گیا :

ابراھیم : 11 | التغابن : 5 - 6 | بنی اسرائیل : 93

الکھف : 110 | حم السجدۃ : 6

۲- قرآنِ کریم میں چند مقامات پر نبی اکرم ﷺ سے بظاہر سخت اندازِ کلام کیا گیا:

عبس :1 - 10 | بنی اسرائیل:73 - 75 | الکھف:23

القصص :56 | آلِ عمران:128 | الانعام:35

اَلرَّبُّ رَبٌّ اِنْ تَنَزَّلَ وَالْعَبْدُ عَبْدٌ اِنْ تَرَقّٰی

رب، رب ہی ہے خواہ کتنا قریب اتر آئے اور بندہ بندہ ہی ہے
خواہ کتنے بلند درجے پر پہنچ جائے۔ (ابن عربی)

۳- قرآنِ کریم میں چند مقامات پر نبی اکرم ﷺ کی عاجزی کا بیان:

الاعراف :188 | الانعام :50، 17

الجن :21 - 22 | الحاقۃ : 44 - 47

۴- نبی اکرم ﷺ کا صحابہ کرامؓ کے ساتھ گھل مل جانا، ہر مہم میں قدم بقدم شریک ہونا

اور تمام بشری مشقتیں برداشت کرنا۔

البتہ بعض شاعروں نے اپنے اشعار میں نبی اکرمؐ کو ہی خدا قرار دیا :

وہی جو مستوئ عرش تھا خدا ہو کر — اتر پڑا وہ مدینہ میں مصطفیٰ بن کر
اور مدینہ کی مسجد میں منبر کے اوپر — بغیر ع کا اک عرب ہم نے دیکھا

فلسفیانہ مذاہب کے پیروکاروں کا شرک :

☆ خالقِ کائنات اور مادہ دونوں قدیم ہیں .... دوئی یا ثنویت (Duality)

☆ خالقِ کائنات، مادہ اور روح تینوں قدیم ہیں .... تثلیث (Trinity)

☆ خالق نے تحلیل ہو کر کائنات کی صورت اختیار کر لی جیسے برف کا پانی میں تحلیل ہونا۔
گویا ہر شے میں خدا کا ظہور ہے .... ہمہ اوست (Pantheism)

☆ خالق، کائنات میں اس طرح تحلیل ہو گیا جیسے چینی پانی میں ...... حلول واتحاد

☆ خالق کسی انسان میں حلول کر گیا...... اوتار کا عقیدہ (God Incarnation)

☆ شرک فی الصفات (خفی اور علمی نیز غیر شعوری شرک) :

اس شرک کے لاحق ہونے کا سبب اللہ اور مخلوق کی صفات کے لئے مشترک الفاظ کے استعمال سے پیدا ہونے والا مغالطہ ہے۔ اس مغالطہ سے بچنے کے لئے حسبِ ذیل تین حقائق پیشِ نظر رہنے چاہئیں:

۱- اللہ کی تمام صفات ذاتی ہیں جبکہ جملہ مخلوقات کی صفات عطائی۔

۲- اللہ کی تمام صفات مطلق یعنی لامحدود ہیں جبکہ جملہ مخلوقات کی صفات محدود۔

۳- اللہ کی تمام صفات قدیم ہیں یعنی ہمیشہ سے ہیں اور ہمیشہ کے لئے کامل ہیں جبکہ جملہ مخلوقات کی صفات حادث وفانی اور ارتقاء پذیر۔

بنیادی اصول: لَیْسَ کَمِثْلِہٖ شَیْءٌ (الشوریٰ :11)

اُس کی تو مثال کی مانند بھی کوئی شے نہیں

چھ صفات کو اللہ کی بنیادی صفات قرار دیا جاتا ہے اور عام طور پر ان صفات کے حوالے ہی سے شرک کا امکان پیدا ہوتا ہے :

۱-ارادہ ۲- علم ۳- قدرت ۴-حیات ۵- کلام ۶- وجود

۱- ارادہ :

اللہ بھی ارادہ فرماتا ہے اور ہم بھی ارادہ کرتے ہیں لیکن ہمارا ارادہ اللہ کے ارادے کے تابع ہوتا ہے اور اس کی تکمیل بغیر اللہ کی منظوری کے ممکن نہیں۔

(التکویر :29 ،الکھف : 23 - 24)

۲- علم :

اللہ بھی علم رکھتا ہے اور ہم بھی لیکن اللہ ہر شے کے کل کا علم رکھتا ہے :

التغابن : 4 الحدید: 4 طٰهٰ : 110

الانعام : 59 یونس :61

ہمارے علم کی کیفیت تو یہ ہے کہ : وَلَا يُحِيطُونَ بِشَيْءٍ مِّنْ عِلْمِهِ إِلَّا بِمَا شَآءَ

نبی اکرمؐ اور ان کے توسط سے ہمیں دعا سکھائی گئی رَبِّ زِدْنِي عِلْمًا (طٰهٰ :114)

علمِ غیب کا مسئلہ: اختلاف کی وجہ علمِ غیب کی دو مختلف تعریفیں ہیں :

i- وہ علم جس تک عام انسانوں کی رسائی ممکن نہ ہو لیکن وہ انبیاء کرامؑ کو عطا کیا جائے۔ (آلِ عمران : 44، 179، الجن: 26 - 27)

ii- وہ علم جو مخلوقات میں سے کسی کو بھی نہیں دیا گیا اور اس کا جاننے والا صرف اللہ ہے۔ (الانعام :50، 59، یونس :20، النمل :65، الاعراف :188)

متوازن رائے یہ ہے کہ کل علمِ غیب صرف اللہ کے پاس ہے البتہ وہ اس میں سے کچھ انبیاء کرامؑ کو دیتا ہے تاکہ انہیں پختہ یقین حاصل ہو جائے (الانعام :76)

۳- قدرت :

اللہ بھی اختیار رکھتا ہے اور ہم بھی اختیار رکھتے ہیں لیکن اللہ کل اور لامحدود اختیار کا مالک ہے جبکہ ہمارا اختیار جزوی، محدود اور ہر وقت اللہ کے اختیار کے تابع ہے:

آلِ عمران :26 - 27 البروج :16 الانعام :17

یوسف :21 دعائے استخارہ

۴- حیات :

اللہ بھی زندہ ہے اور ہم بھی لیکن ہماری زندگی اللہ کی عطا کردہ ہے:

لائی حیات آئے قضا لے چلی چلے
اپنی خوشی سے آئے نہ اپنی خوشی چلے

ہماری حیات غذا، پانی، ہوا، حرارت اور نیند کی محتاج ہے جبکہ اللہ کی حیات ان تمام حوائج سے مستغنی ہے:

آیۃ الکرسی کا ابتدائی و آخری حصّہ ق :38 الانعام :14

۵- کلام :

اللہ بھی کلام فرماتا ہے اور ہم بھی کلام کرتے ہیں۔ ہم جب بھی بات کرتے ہیں اللہ ہماری بات سنتا ہے لیکن ہم اس قابل نہیں کہ اللہ ہم سے براہِ راست کلام فرمائے اور ہم اس کی تاب لا سکیں (الشوریٰ :51)۔ اس کی وجہ یہ ہے کہ کلام متکلم کی صفت ہوتا ہے اور متکلم کی شخصیت کا عکاس ہوتا ہے۔ اللہ کے کلام کی وہی تاثیر ہے جو تاثیر اُس کی تجلیاتِ ذات کی ہے (الحشر :21، الاعراف :143)۔ جس طرح اللہ کی تجلیات کا ادراک ہمارے حواس کی سرحدوں سے پرے ہے اسی طرح ہم اللہ کا کلام سننے کی تاب بھی نہیں لا سکتے۔

۶- وجود :

اللہ کا بھی وجود ہے اور جملہ مخلوقات کا بھی لیکن اللہ کے وجود کے مقابلہ میں جملہ

مخلوقات کا وجود نہ ہونے کے برابر ہے بلکہ معرفت الٰہی کا آخری درجہ یہ ہے کہ ذاتِ باری تعالیٰ کے وجود کے سوا ہر شے کا وجود وہمی اور خیالی محسوس ہو۔اس درجہ پر لَا اِلٰـهَ اِلَّا اللّٰـهُ سے مراد لَا مَـوْجُـوْدَ اِلَّا اللّٰـهُ ہوتا ہے ۔فلسفۂ وحدت الوجود، وجودِ باری تعالیٰ کے بارے میں اسی تصور کو پیش کرتا ہے :

کُـلُّ مَـا فِی الْـکَـوْنِ وَهْـمٌ اَوْ خَـیَـال
اَوْ عَـکُـوْسٌ فِـی الْـمَـرَایَـا اَوْ ظِلَال
ہستی کے مت فریب میں آجائیو اسد
عالم تمام حلقۂ دامِ خیال ہے

نوٹ: ہمہ اوست میں کائنات کا وجود حقیقی تسلیم کیا جاتا ہے جب کہ وحدت الوجود میں کائنات کو وہمی یا خیالی تصور کیا جاتا ہے ۔

شرک فی الصفات کی ایک صورت مادہ پرستی:

اس دور کا سب سے زیادہ تباہ کن اور پھیلا ہوا شرک مادہ پرستی ہے جس کے مظاہر ہیں :

۱- **معجزات کا انکار**:

مادے کی صفات کو مستقل اور دائمی مان لیا گیا اور یہ سمجھ لیا گیا کہ مادی قواعد وضوابط بنانے کے بعد معاذ اللہ، اللہ خود بھی ان کا پابند ہو گیا۔

۲- **اسباب پر انحصار** :

اسباب سے خوف وامید - شرک فی التوکل (بنی اسرائیل :2)

۳- **حد سے زیادہ خود اعتمادی** :

اپنے علم، ذہانت، دوراندیشی، منصوبہ بندی اور محنت پر بھروسہ۔ سورۂ کہف کی آیت :23 اور پانچویں رکوع اور سورۂ قصص کی آیت :78 میں یہ مضمون بڑی

وضاحت سے بیان ہوا ہے۔

مادہ پرستی ہی دراصل دجالی فتنہ ہے جس کا موثر ترین رد، سورۂ کہف میں بیان ہوا ہے۔اکثر احادیث میں سورۂ کہف کی تلاوت اور حفظ کو دجالی فتنہ سے حفاظت کا ذریعہ قرار دیا گیا ہے۔(مسلم)

☆ **شرک فی الحقوق** (خفی ترین اور عملی شرک) :

اللہ نے بندوں سے صرف ایک ہی حق ادا کرنے کا تقاضا کیا ہے اور وہ ہے ''**عبادت**'' الکہف:110 الذاریات :56 (مقصدِ تخلیقِ جن وانس)

زندگی آمد برائے بندگی
زندگی بے بندگی شرمندگی

عبادت کے حوالے سے چند اہم نکات حسبِ ذیل ہیں :

- ہر نبیؑ نے اپنی قوم کو اور نبی اکرمؐ نے پوری نوعِ انسانی کو اللہ کی عبادت کرنے کا حکم دیا۔(الاعراف : 59، 65، 73، 85 البقرۃ: 21)۔قرآنِ حکیم میں 33 بار اللہ کی عبادت کرنے کا حکم دیا گیا۔
- عبادت کا لفظ عبد سے نکلا ہے جس کے معنی ہوتے ہیں غلام۔جس طرح غلام کو اپنے آقا کی ہر بات ہر وقت ماننی ہوتی تھی اسی طرح اللہ کی عبادت کا مطلب ہے ہر وقت اور زندگی کے ہر معاملہ میں اللہ کی اطاعت کرنا۔البتہ غلامی محض کلی اطاعت ہے خواہ یہ مجبوری کے ساتھ ہو جبکہ اللہ کی عبادت سے مراد زندگی کے ہر گوشے میں پورے ذوق وشوق کے ساتھ اللہ کی کلی اطاعت کرنا ہے۔بقول حافظ ابن قیمؒ

اَلْعِبَادَةُ تَجْمَعُ اَصْلَیْنِ غَایَةَ الْحُبِّ مَعَ غَایَةِ الذُّلِّ وَ الْخُضُوْعِ

عبادت دو چیزوں کو جمع کرتی ہے یعنی انتہائی درجے کی محبت اور اس کے ساتھ

مکمل طور پر عاجزی اختیار کرنا اور خود کو جھکا دینا :

عبادت = اطاعت کلی (جسم) + محبت قلبی (روح)

- عبادت سے مراد محض عبادات نہیں ہیں۔ یہ عبادت کا نہ صرف محدود بلکہ ناقص تصور ہے (یٰس: 60، البینة : 5)
- غلامی اور ملازمت کے فرق پر غور کرنے سے عبادت کا وسیع مفہوم واضح ہوتا ہے۔

شرک فی العبادت سے مراد ہے شرک فی الاطاعت اور شرک فی المحبت

شرک فی الاطاعت :

ارشادِ نبوی ﷺ ہے :

لَا طَاعَةَ لِمَخْلُوقٍ فِي مَعْصِيَةِ الْخَالِقِ (ابو داؤد)

مخلوقات میں سے کسی کی اطاعت جائز نہیں اگر اس سے خالق کی نافرمانی ہو

- انفرادی سطح پر ہماری اکثریت اللہ کے بجائے نفس کی اطاعت کرتی ہے :

الفرقان :43 الجاثیہ :23

نفسِ ما ہم کم تر است فرعون نیست
لیکن اُو را عون اِیں را عون نیست

- اجتماعی سطح پر اللہ کے بجائے انسانوں کے بنائے ہوئے نظام اور قانون کی اطاعت کی جارہی ہے۔

بنی اسرائیل:111 ،الکھف :26، یوسف:40، المائدہ :44، 45، 47

اس وقت ہم ایک کافرانہ، مشرکانہ اور باغیانہ نظام کے تحت زندگی بسر کر رہے ہیں۔ اوّلین اور اہم ترین کام نظام کی تبدیلی کی جدوجہد ہے

باطل کے اقتدار میں تقوٰی کی آرزو
کتنا حسیں فریب ہے جو کھا رہے ہیں ہم

- درمیانی سطح پر خلافِ شریعت امور میں شوہر، والدین، اساتذہ، افسرانِ بالا، سرداروں، مذہبی پیشواؤں، سیاسی رہنماؤں اور حکام کی اطاعت بھی شرک ہے (الاحزاب:67)۔

کلی تقلید صرف اللہ کے رسول کی جائز ہے لہٰذا تقلیدِ جامد بھی شرک ہے (التوبہ:31)

شرک فی المحبت :

اللہ سے شدید محبت ایمانِ حقیقی کا اہم اور اولین تقاضا ہے (البقرة :165، المائدہ :54)۔

- انفرادی سطح پر اکثریت مال کی محبت کو اللہ کی محبت پر ترجیح دیتی ہے۔ ارشادِ نبویؐ ہے:

تَعِسَ عَبْدُ الدِّيْنَارِ وَ عَبْدُ الدِّرْهَمِ (بخاری)

ہلاک ہو گیا درہم و دینار کا بندہ

- اجتماعی سطح پر موجودہ دور میں وطن کی محبت چہار طرف غالب نظر آتی ہے۔ بقول اقبال:

اس دور میں مے اور ہے جام اور ہے جم اور — ساقی نے بنا کی روشِ لطف و ستم اور
مسلم نے بھی تعمیر کیا اپنا حرم اور — تہذیب کے آزر نے ترشوائے صنم اور
ان تازہ خداؤں میں بڑا سب سے وطن ہے
جو پیرہن اس کا ہے وہ مذہب کا کفن ہے
یہ بت کہ تراشیدۂ تہذیبِ نوی ہے — غارت گرِ کاشانۂ دینِ نبویؐ ہے
بازو ترا توحید کی قوت سے قوی ہے — اسلام ترا دیس ہے تو مصطفوی ہے
نظارۂ دیرینہ زمانے کو دکھا دے
اے مصطفوی خاک میں اس بت کو ملا دے
اقوامِ جہاں میں ہے رقابت تو اسی سے — تسخیر ہے مقصودِ تجارت تو اسی سے

خالی ہے صداقت سے سیاست تو اسی سے   کمزور کا گھر ہوتا ہے غارت تو اسی سے
اقوام میں مخلوقِ خدا بٹتی ہے اسی سے
قومیتِ اسلام کی جڑ کٹتی ہے اسی سے

معبودِ حقیقی کی طرح معبودِ وطن کے لئے بھی قنوت، ترانۂ حمد اور سلامی پیش کی جاتی ہے۔

- درمیانی سطح پر بیوی، اولاد، مذہبی پیشواؤں اور سیاسی رہنماؤں کی محبت بھی شرک ہے، اگر یہ محبت اللہ اور اس کے رسولؐ کی محبت پر غالب آ جائے۔ خلافِ شرع کام کرنے والوں کو ہیرو یا آئیڈیل قرار دینا بھی شرک ہے۔

عبادت میں شرک کی کچھ مزید صورتیں حسبِ ذیل ہیں:

- مراسمِ عبودیت میں شرک :

رکوع، سجدہ، نذر و نیاز وغیرہ اللہ کے سوا کسی اور کے لئے کرنا شرک ہے۔

- دعا میں شرک :

نبی اکرمؐ کے ارشادات ہیں :

اَلدُّعَآءُ مُخُّ الْعِبَادَةِ (دعا عبادت کا مغز ہے۔ ترمذی)

اَلدُّعَاءُ هُوَ الْعِبَادَةِ (دعا ہی اصل عبادت ہے۔ ترمذی)

لہذا اللہ کے سوا کسی اور سے دعا کرنا شرک فی العبادت ہے۔

الجن :**18**   الفاتحہ :**4**   المومن :**60**

- اخلاص میں شرک :

ایسا عمل جو اللہ کے لئے نہیں بلکہ کسی کو دکھانے یا سنانے کے لئے کیا تو یہ بھی شرک ہے۔ مسندِ احمد کی روایت ہے :

مَنْ صَلّٰی یُرَائِیْ فَقَدْ اَشْرَکَ مَنْ صَامَ یُرَاءِیْ فَقَدْ اَشْرَکَ
مَنْ تَصَدَّقَ یُرَاءِیْ فَقَدْ اَشْرَکَ

جس نے دکھاوے کے لئے نماز پڑھی اس نے شرک کیا جس نے دکھاوے کے لئے روزہ رکھا اُس نے شرک کیا جس نے دکھاوے کے لئے صدقہ کیا اُس نے شرک کیا

☆اختتامی باتیں:

۱- شرک کی یہ جملہ تفاصیل سامنے آنے کے بعد ہمیں کسی درجہ میں سورہ یوسف آیت **106** کا صحیح فہم حاصل ہوتا ہے کہ : **وَمَا يُؤْمِنُ اَكْثَرُهُمْ بِاللّٰهِ اِلَّا وَهُمْ مُّشْرِكُوْنَ** (اُن میں سے اکثر اللہ پر ایمان نہیں رکھتے مگر یہ کہ وہ شرک کرنے والے بھی ہوتے ہیں)۔

۲- مذکورہ بالا تفاصیل، قرآنِ حکیم میں چھ بار حضرت ابراہیمؑ کے لئے اس سند کے بیان ہونے کی اہمیت واضح کرتی ہیں کہ:

''وَمَا كَانَ مِنَ الْمُشْرِكِيْنَ'' وہ شرک کرنے والوں میں سے نہ تھے

براہیمی نظر پیدا مگر مشکل سے ہوتی ہے
ہوس چھپ چھپ کے سینوں میں بنا لیتی ہے تصویریں

۳- شرک کے بارے میں مذکورہ بالا تفاصیل کے علم سے قبل صرف ایسے لوگ مشرک نظر آتے ہیں جو اللہ کے سوا دوسروں کو مدد کے لئے پکارتے ہیں، بزرگانِ دین کے نام کی نذر و نیاز کرتے ہیں، بزرگانِ دین کے مزارات پر اپنی حاجت روائی کے لئے دعائیں کرنے جاتے ہیں اور ان مزارات پر غیر شرعی رسومات انجام دیتے ہیں، لیکن مذکورہ بالا تفاصیل جاننے کے بعد انسان کو اپنی فکر دامن گیر ہو جاتی ہے کہ کہیں میں بھی تو مشرکین میں شامل نہیں ہوں۔

☆کسی مسلمان کو مشرک نہیں کہنا چاہیئے :

- ہر علم رکھنے والا عالم نہیں ہوتا اسی طرح ہر شرک کرنے والا مشرک نہیں ہوتا۔

- اہلِ کتاب نے شرک فی الذات کیا لیکن قرآن میں انہیں مشرک نہیں کہا گیا بلکہ ان کی عورتوں کے ساتھ نکاح اور ان کے کھانے کو جائز قرار دیا گیا(البینہ:1، المائدۃ:5)
- درحقیقت ہر گناہ شرک کا مظہر ہے لیکن اللہ نے بعض گناہوں کو شرک قرار نہیں دیا اور ان کی معافی کا وعدہ فرمایا :

۱- کبائر سے بچنے والوں کے صغیرہ گناہ (النساء:31، النجم:32)

۲- مجبوری میں حرام سے استفادہ (البقرۃ:173، المائدۃ :3)

۳- بھول اور خطاء یعنی غیر شعوری یا وقتی جذبات کے تحت ہونے والے گناہ (البقرۃ:286)۔البتہ ایسا گناہ جو جان بوجھ کر اور مستقلاً کیا جائے، بغیر توبہ کے معاف نہیں کیا جائے گا (البقرۃ:81)۔

- کسی ایک فرد یا گروہ کو یہ حق حاصل نہیں کہ وہ کسی مسلمان کو مشرک قرار دے۔غیر مسلم قرار دینے کی واحد صورت یہ ہے کہ مسلمانوں کے تمام مکاتبِ فکر مل کر حکومت سے ایسا فیصلہ حاصل کرنے کی کوشش کریں۔
- ہمیں اپنی فکر کرنی چاہیئے اور دوسروں کو ہمدردی کے ساتھ شرک سے بچنے کی تلقین کرنی چاہیئے۔

"**حقیقت و اقسامِ شرک**" کو مزید وضاحت کے ساتھ سمجھنے کے لئے محترم ڈاکٹر اسرار احمد صاحب کے اس موضوع پر چھ آڈیو کیسٹس کی سماعت کا اہتمام فرمایئے

منتخب نصاب حصہ اوّل

درسِ چہارم: سورۂ حٰم السجدہ آیات 30 - 36 "حظِّ عظیم"

اَعُوذُ بِاللّٰهِ مِنَ الشَّيْطٰنِ الرَّجِيْمِ ( ) بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ ( )
اِنَّ الَّذِيْنَ قَالُوْا رَبُّنَا اللّٰهُ ثُمَّ اسْتَقَامُوْا تَتَنَزَّلُ عَلَيْهِمُ الْمَلٰٓئِكَةُ اَلَّا تَخَافُوْا

وَلَا تَحْزَنُوْا وَاَبْشِرُوْا بِالْجَنَّةِ الَّتِيْ كُنْتُمْ تُوْعَدُوْنَ (30) نَحْنُ اَوْ
لِيٰٓؤُكُمْ فِي الْحَيٰوةِ الدُّنْيَا وَفِي الْاٰخِرَةِ ج وَلَكُمْ فِيْهَا مَا تَشْتَهِيْٓ اَنْفُسُكُمْ
وَلَكُمْ فِيْهَا مَا تَدَّعُوْنَ (31) نُزُلًا مِّنْ غَفُوْرٍ رَّحِيْمٍ (32)
وَمَنْ اَحْسَنُ قَوْلًا مِّمَّنْ دَعَا اِلَى اللّٰهِ وَعَمِلَ صَالِحًا وَّ قَالَ اِنَّنِيْ مِنَ
الْمُسْلِمِيْنَ (33) وَلَا تَسْتَوِي الْحَسَنَةُ وَلَا السَّيِّئَةُ ط اِدْفَعْ بِالَّتِيْ
هِيَ اَحْسَنُ فَاِذَا الَّذِيْ بَيْنَكَ وَبَيْنَهٗ عَدَاوَةٌ كَاَنَّهٗ وَلِيٌّ حَمِيْمٌ (34)
وَمَا يُلَقّٰىهَآ اِلَّا الَّذِيْنَ صَبَرُوْا ج وَمَا يُلَقّٰىهَآ اِلَّا ذُوْ حَظٍّ عَظِيْمٍ (35)
وَاِمَّا يَنْزَغَنَّكَ مِنَ الشَّيْطٰنِ نَزْغٌ فَاسْتَعِذْ
بِاللّٰهِ ط اِنَّهٗ هُوَ السَّمِيْعُ الْعَلِيْمُ (36)

☆ تمہیدی نکات:

۱- منتخب نصاب کے حصہ اوّل کا درسِ چہارم سورہ حٰم السجدہ کی سات آیات 30 تا 36 پر مشتمل ہے۔

۲- قرآنِ حکیم میں کئی مقامات پر سات آیات میں اہم مضامین بیان ہوئے ہیں مثلاً :

سورۃ الفاتحہ — سورۃ البقرۃ رکوع 5 — سورۃ المائدۃ رکوع7

سورۃ المدثر ابتدائی سات آیات — سورۃ القلم ابتدائی سات آیات

۳- اس درس میں سورۃ العصر میں بیان شدہ نجات کی شرائط ایک نئے انداز میں واضح ہوکر سامنے آتی ہیں :

ایمان :

اللہ پر ایمان :

- اللہ ہی کو رب تسلیم کرنے کا اعلان آیت : 30

- چار صفاتِ باری تعالیٰ کا بیان (غفور، رحیم، سمیع، علیم) آیت : 32، 36

آخرت پر ایمان :

- وَ اَبۡشِرُوۡا بِالۡجَنَّةِ الَّتِیۡ کُنۡتُمۡ تُوۡعَدُوۡنَ (اور خوشخبری لو اُس جنت کی جس کا تم سے وعدہ کیا گیا ہے) آیت : 30
- نَحۡنُ اَوۡلِیٰٓؤُکُمۡ فِی الۡحَیٰوةِ الدُّنۡیَا وَفِی الۡاٰخِرَةِ وَلَکُمۡ فِیۡهَا مَا تَشۡتَهِیۡۤ اَنۡفُسُکُمۡ وَلَکُمۡ فِیۡهَا مَا تَدَّعُوۡنَ (ہم تمہارے دوست ہیں دنیا کی زندگی میں اور آخرت میں اور تمہارے لئے اُس (جنت) میں وہ سب ہوگا جو تمہارے جی چاہیں گے اور تمہارے لئے اُس میں وہ سب ہوگا جو تم مانگو گے) آیت : 31

فرشتوں پر ایمان :

- تَتَنَزَّلُ عَلَیۡهِمُ الۡمَلٰٓئِکَةُ (نازل ہوتے ہیں اُن پر فرشتے) آیت : 30

ایمان کا حاصل :

- زوالِ خوف وحزن اَلَّا تَخَافُوۡا وَلَا تَحۡزَنُوۡا (نہ تم ڈرو اور نہ کچھ غم کرو) آیت:30

اعمالِ صالحہ :

- استقامت کا بیان آیت:30
- عملِ صالح کا ذکر آیت:33

تواصی بالحق : - "دعوت الی اللہ" کی اصطلاح آیت:33

تواصی بالصّبر : - صبر کا ذکر آیت:35

۴- سورۃ العصر میں بیان شدہ لوازمِ نجات کی بلند ترین منازل کا تذکرہ :

- ایمان کی اعلیٰ ترین منزل ------------ اللہ ہی کے رب ہونے کا اقرار
- عملِ صالح کی اعلیٰ ترین منزل -------- استقامت

- تواصی بالحق کی اعلیٰ ترین منزل ------- دعوت الی اللہ
- تواصی بالصبر کی اعلیٰ ترین منزل -------- برائی کا جواب بھلائی سے دینا

☆ آیت: 30 :

اِنَّ الَّذِیۡنَ قَالُوۡا رَبُّنَا اللّٰهُ ...... بے شک جن لوگوں نے کہا کہ ہمارا رب اللہ ہے ...... ثُمَّ اسۡتَقَامُوۡا ...... پھر اس پر ڈٹ گئے ...... تَتَنَزَّلُ عَلَیۡهِمُ الۡمَلٰٓئِکَةُ ...... نازل ہوتے ہیں اُن پر فرشتے ...... اَلَّا تَخَافُوۡا وَلَا تَحۡزَنُوۡا ...... (یہ کہتے ہوئے) نہ تم ڈرو اور نہ کچھ غم کرو ...... وَاَبۡشِرُوۡا بِالۡجَنَّةِ الَّتِیۡ کُنۡتُمۡ تُوۡعَدُوۡنَ ...... اور خوشخبری لو اُس جنت کی جس کا تم سے وعدہ کیا گیا ہے

رب :

- لفظ رب کا مادہ ہے رب ب (ن) جس سے فعل کے معنی ہیں مالک ہونا، بالادست ہونا، انتظام کرنا۔ امام راغب اصفہانیؒ نے مفردات القرآن میں اس فعل کی تعریف یوں بیان کی ہے :

اِنۡشَاءُ الشَّیۡءِ حَالًا فَحَالًا اِلٰی حَدِّ تَمَامٍ

کسی شے کو درجہ بدرجہ ابتداء سے آخری حد تک لے جانا

- رب کے معنی ہیں مالک، آقا (یوسف : 23 ، 42) یا ضروریات پوری کرنے والا، پروان چڑھانے والا، پروردگار، پالن ہار۔ اللہ تعالیٰ ہی حقیقی رب ہے جو تمام مادی وروحانی ضروریات پوری فرماتا ہے۔ دونوں مفاہیم میں مطابقت یہ ہے کہ جو مالک ہوتا ہے وہی اپنی ملکیت کی تمام ضروریات بھی پوری کرتا ہے۔

استقامت :

- استقامت کل تعلیماتِ دینی کا خلاصہ وعطر ہے ۔ ارشاداتِ نبویؐ ہیں :

ا- عَنْ سُفْیَانَ بْنِ عَبْدِاللّٰهِ الثَّقَفِیْ ؓ قَالَ قُلْتُ یَارَسُوْلَ اللّٰهِ ﷺ قُلْ لِیْ فِی الْاِسْلَامِ قَوْلًا لَااَسْاَلُ عَنْهُ اَحَدًا غَیْرَکَ قَالَ: "قُلْ اٰمَنْتُ بِاللّٰهِ ثُمَّ اسْتَقِمْ"

حضرت سفیان بن عبداللہ ثقفیؓ سے روایت ہے کہ میں نے رسول اللہ ﷺ سے عرض کیا کہ "اسلام کے بارے میں کوئی ایسی بات بتایئے کہ میں آپ کے علاوہ اس بارے میں کسی اور سے کچھ نہ پوچھوں"۔ آپؐ نے فرمایا "کہو میں اللہ پر ایمان لایا اور پھر اس پر ڈٹ جاؤ"۔ (مسلم)

۲- وَعَنْ اَبِیْ هُرَیْرَةَ ؓ قَالَ: قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ" قَارِبُوْا وَسَدِّدُوْا وَاعْلَمُوْا اَنَّهُ لَنْ یَّنْجُوَ اَحَدٌ مِّنْکُمْ بِعَمَلِهٖ" قَالُوْا: وَلَااَنْتَ یَا رَسُوْلَ اللّٰهِ ؟ قَالَ: وَلَااَنَا اِلَّا اَنْ یَّتَغَمَّدَنِیَ اللّٰهُ بِرَحْمَةٍ مِّنْهُ وَ فَضْلٍ

حضرت ابوہریرۃؓ سے روایت ہے کہتے ہیں کہ فرمایا رسول اللہ ﷺ نے میانہ روی اختیار کرو، غلو نہ کرو اور استقامت اختیار کرو اور جان لو تم میں سے کوئی اپنے عمل سے نجات نہ پا سکے گا۔ سوال کیا گیا آپؐ بھی؟ فرمایا ہاں میں بھی سوائے اس کے کہ اللہ ڈھانپ لے مجھے اپنی رحمت اور فضل سے۔ (مسلم)

- صوفیاءِ کرام کا قول ہے کہ :

اَلْاِسْتِقَامَةُ خَیْرٌ مِّنْ اَلْفِ کَرَامَةٍ (استقامت ہزار کرامتوں سے بہتر ہے)

- لفظ استقامت کا مادہ ہے ق و م (ن)۔ قَامَ - یَقُوْمُ کے معنی ہوتے ہیں کھڑے ہونا، قائم ہونا۔ استقامت کے معنی ہیں ڈٹ جانا، جم جانا، جھیلنا، برداشت کرنا۔

- اللہ کی ربوبیت پر استقامت کے دو پہلو ہیں :

ا- استقامتِ ظاہری :

اللہ کی کلی اطاعت کرنا --------------- عبادتِ رب

اللہ کی مرضی جاری و ساری کرنے کی کوشش کرنا ---- امر بالمعروف

اللہ کی نافرمانی کو مٹانے کے لئے تن من دھن لگانا --- نهی عنِ المنکر

۲- استقامتِ باطنی :

اللہ کے ہر فیصلے پر راضی رہنا ---- صبر و راضی برضائے رب

ہر نعمت کو اللہ ہی کی عطا سمجھنا---- شکر کرنا، نعمت پر نہ اترانا (القصص: 76)

اللہ ہی سے ڈرنا ------------ مَخَافَةُ اللّٰه حدیثِ نبویؐ ہے:

رَاْسُ الْحِکْمَةِ مَخَافَةُ اللّٰهِ - حکمت کی چوٹی اللہ کا خوف ہے (بیہقی)

اللہ ہی سے امید رکھنا --------- تَوَکُّل عَلَی اللّٰه (تغابن: 13)

تمام معاملات اللہ کے سپرد کرنا---- تَفْوِیْضُ الْاَمْر اِلَی اللّٰه (المومن: 44)

کار سازِ ما بفکرِ کارِ ما
فکرِ ما در کارِ ما آزارِ ما

گویا لفظِ استقامت میں ایک قیامت مضمر ہے

فرشتوں کا نزول : (تَتَنَزَّلُ عَلَیْهِمُ الْمَلٰٓئِکَةُ)

نیک لوگوں پر فرشتوں کا نزول نہ صرف آخرت میں ہوگا بلکہ دنیا میں ہوتا ہے جس کے مواقع حسبِ ذیل ہیں:

ا - نیکی پر انسان کی حوصلہ افزائی کے لئے۔ اللہ نے انسان پر حملہ آور شر کی ہر نوعیت کی قوت کے مقابلہ میں اس کی مدد کے لئے خیر کی قوت بھی رکھی ہے :

☆ شر کی باطنی قوت -- نفسِ امّارة خیر کی باطنی قوت -- نفسِ لوّامة (ضمیر)

☆ شر کی ظاہری قوت -- فاسقین و فجار خیر کی ظاہری قوت -- صالحین

☆ شر کی مخفی قوت -- شیاطینِ جنّ خیر کی مخفی قوت -- **فرشتے**

۲ - معرکۂ حق و باطل میں اہلِ ایمان کی نصرت کے لئے

(الانفال: 9-12 ، آلِ عمران: 124-126)

فضائے بدر پیدا کر فرشتے تیری نصرت کو
اتر سکتے ہیں گردوں سے قطار اندر قطار اب بھی

۳ - ایسی محافل پر جن میں قرآن حکیم کی تلاوت اور تدریس ہو رہی ہو :

عَنْ اَبِیْ هُرَیْرَةَ ؓ عَنِ النَّبِیِّ ﷺ مَا اجْتَمَعَ قَوْمٌ فِیْ بَیْتٍ مِّنْ بُیُوْتِ اللّٰهِ یَتْلُوْنَ کِتَابَ اللّٰهِ وَ یَتَدَارَسُوْنَهٗ بَیْنَهُمْ اِلَّا نَزَلَتْ عَلَیْهِمُ السَّکِیْنَةُ وَ غَشِیَتْهُمُ الرَّحْمَةُ وَحَفَّتْهُمُ الْمَلٰئِکَةُ وَذَکَرَهُمُ اللّٰهُ فِیْمَنْ عِنْدَهٗ

حضرت ابو ہریرۃؓ سے روایت ہے کہ ارشاد فرمایا نبی اکرم ﷺ نے جب بھی کچھ لوگ اللہ کے گھروں میں سے کسی گھر میں جمع ہو کر اللہ کی کتاب کی تلاوت کرتے اور آپس میں اسے سیکھتے اور سکھاتے ہیں تو ان پر سکون اور اطمینان کا نزول ہوتا ہے اور رحمت ان پر چھا جاتی ہے اور فرشتے ان کو گھیر لیتے ہیں اور اللہ ان کا تذکرہ اپنے مقربین کی محفل میں کرتا ہے ۔ (مسلم)

۳ - نیک لوگوں پر عالم نزاع کے وقت ۔ (النحل : 32)

زوالِ خوف و حزن : (اَلَّا تَخَافُوْا وَلَا تَحْزَنُوْا)

حزن یعنی غم کا تعلق ماضی کے افسوس ناک واقعات سے اور خوف کا تعلق مستقبل کے اندیشوں سے ہوتا ہے ۔ زوالِ خوف و حزن کی نعمت اس یقین کی بنیاد پر حاصل ہوتی ہے کہ ماضی میں جو کچھ ہوا اللہ نے کیا اور مستقبل میں جو ہو گا وہ بھی اللہ ہی کے حکم سے ہو گا ۔ اللہ کے ہر فیصلے میں خیر ہی خیر ہے ۔ وہ ہمارا ہم سے بڑھ کر خیر خواہ اور ہماری مصلحتوں کا ہم سے بڑھ کر جاننے والا ہے ۔ زوالِ خوف و حزن کی نعمت مقامِ ولایت پر حاصل ہوتی ہے ۔ (یونس: 62 - 64)

☆ آیت : **31** :

نَحْنُ اَوْلِیٰٓؤُکُمْ فِی الْحَیٰوةِ الدُّنْیَا وَفِی الْاٰخِرَةِ ...... ہم تمہارے دوست ہیں دنیا کی زندگی میں اور آخرت میں ...... وَلَکُمْ فِیْهَا مَا تَشْتَهِیْٓ اَنْفُسُکُمْ ...... اور تمہارے لئے اُس (جنت) میں وہ سب ہو گا جو تمہارے جی چاہیں گے ...... وَلَکُمْ فِیْهَا مَا تَدَّعُوْنَ ...... اور تمہارے لئے اُس (جنت) میں وہ سب ہو گا جو تم مانگو گے

جنت کی نعمتیں :

جنت کی نعمتیں تین قسم کی ہیں :

۱- وہ نعمتیں جن کا تعلق ہماری نفسانی یا جبلی خواہشات سے ہے (مَا تَشْتَهِیْٓ اَنْفُسُکُمْ) جیسے غذا، مشروبات، لباس، جنسی جذبہ کی تسکین وغیرہ ۔ یہ نعمتیں بغیر طلب کیے عطا کی جائیں گی ۔

۲ - وہ نعمتیں جن کا تعلق ہر انسان کے اپنے ذوق سے ہے اور وہ انہیں طلب کرے گا (مَا تَدَّعُوْنَ) ۔ طلب کرنے پر یہ نعمتیں فراہم کر دی جائیں گی ۔

۳- وہ خاص نعمتیں جن کا تصور کرنا اس دنیا میں ناممکن ہے ۔ ان کے بارے میں سورۂ ق آیت :**35** میں فرمایا گیا وَلَدَیْنَا مَزِیْدٌ (ہمارے پاس مزید بھی ہے)

اس آیت میں پہلی دو نعمتوں کا ذکر ہے جبکہ اگلی آیت میں تیسری نعمت کی طرف اشارہ ہے ۔

☆ آیت : **32** :

نُزُلًا مِّنْ غَفُوْرٍ رَّحِیْمٍ ...... ابتدائی مہمانی ہو گی غفور و رحیم کی طرف سے

عربی میں ’’ نَزِیْل ‘‘ کہتے ہیں اس مہمان کو جو ابھی سواری سے اترا ہے ۔ اسی طرح ’’ نُزُل ‘‘ کہتے ہیں ابتدائی مہمانی کو جو موسم کی مناسبت سے ٹھنڈے یا گرم مشروب کی صورت میں مہمان کی خدمت میں پیش کی جاتی ہے اور اصل ضیافت کا اہتمام بعد میں کیا

جا تا ہے۔اس آیت میں فرمایا جارہا ہے کہ جنت کی مذکورہ بالا دو نعمتیں تو ''نــــزُل '' کے درجہ میں ہیں اور اصل یعنی تیسری نعمت تو بعد میں عطا کی جائے گی۔اس نعمت کے بارے میں ارشادِ نبوی ﷺ ہے :

عَنْ اَبِیْ هُرَیْرَۃَ ؓ قَالَ: قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ ؐ : قَالَ اللّٰہُ تَعَالیٰ اَعْدَدتُّ لِعِبَادِیَ الصّٰلِحِیْنَ مَالَا عَیْنٌ رَ أَتْ وَلَا اُذُنٌ سَمِعَتْ وَلَاخَطَرَ عَلیٰ قَلْبِ بَشَرٍ ''
وَاقْرَءُ وْا اِنْ شِئْتُمْ فَلَا تَعْلَمُ نَفْسٌ مَّا اُخْفِیَ لَهُمْ مِّنْ قُرَّةِ اَعْیُنٍ

حضرت ابو ہریرۃ ؓ سے روایت ہے کہ بیان کیا اللہ کے رسول ؐ نے کہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے ''میں نے اپنے نیک بندوں کے لئے وہ نعمتیں تیار کی ہیں جنہیں نہ کسی آنکھ نے دیکھا' نہ کسی کان نے اُن کا ذکر سنا اور نہ ہی کسی دل پر اُن کا خیال گزرا '' (آپ ؐ نے فرمایا) اگر تم چاہو تو پڑھ لو فَلَا تَعْلَمُ نَفْسٌ مَّا اُخْفِیَ لَهُمْ مِّنْ قُرَّةِ اَعْیُنٍ (سورہٴ سجدہ :17) (متفق علیہ)

☆ آیت: 33 :

وَمَنْ اَحْسَنُ قَوْلًا مِّمَّنْ دَعَا اِلَی اللّٰہِ ...... اور کس کی بات اچھی ہوگی اُس سے جو بلائے اللہ کی طرف ...... وَعَمِلَ صَالِحًا ...... اور عمل کرے اچھا ...... وَ قَالَ اِنَّنِیْ مِنَ الْمُسْلِمِیْنَ ...... اور کہے میں بھی عام مسلمانوں میں سے ہوں

دعوت الی اللّٰہ :

انسان کا اعلیٰ ترین وصف قوتِ بیان ہے (الرحمٰن : 4) اور اس کا اعلیٰ ترین مصرف دعوت الی اللہ کا عمل ہے۔قوتِ بیان کے استعمالات دو طرح کے ہیں :

١ - منفی استعمال:

- مجلسی برائیاں: غیبت کرنا، بہتان لگانا، چغلی کھانا، طنز کرنا، مذاق اڑانا، طعنے

دینا، بُرے القاب چسپاں کرنا وغیرہ (الحجرات :11 - 12)

- ذاتی مفادات کے لئے: جھوٹے مقدمات کی وکالت، دھوکہ دہی، مفاد پرست سیاسی قائدین، پیشہ ور علماء، دنیادار صوفیاء۔
- اجتماعیت میں تخریب کے لئے: افواہیں، غلط بیانی، نجویٰ یعنی قیادت کے خلاف خفیہ مشورے (المجادلہ : 8)
- شر کی دعوت: عصبیت کی دعوت (وطنی، لسانی، نسلی)، فرقہ واریت کا پرچار، باطل نظریات کی تبلیغ
- بے حیائی کی دعوت: گانوں، ڈراموں، فلموں، ثقافتی اداروں کے ذریعہ

٢ - مثبت استعمال :

- پیشہ کے طور پر: سچے مقدمات کی وکالت، اساتذہ، تاجر، سفارت کار
- خیر کی دعوت: حقوق کے لئے آواز، خدمتِ خلق، اصلاحی کام (نظریات، عقائد، رسومات، اخلاقیات کی اصلاح) حق کی حمایت

اعلیٰ ترین استعمال: دعوت الی اللہ

دعوت الی اللہ کے لئے اہم نکات :

١- اعلیٰ ترین کام : تواصی بالحق کا نقطۂ عروج
٢- مقصدِ امت : آل عمران :110
٣- مؤکد ترین سنت : یوسف :108 الاحزاب: 45 - 46
٤- تدریج: گھر، محلّہ، شہر، وطن، پورا عالم
٥- ہدف: اقامتِ دین (المدثر :1 - 3)
٦- ذریعہ: قرآنِ حکیم (الرحمٰن: 1- 4، الفرقان: 52، ق: 45، مریم: 97، الانعام: 19، 51)

خَیْرُ کُمْ مَنْ تَعَلَّمَ الْقُرْاٰنَ وَعَلَّمَهٗ (بُخَارِی)

تم میں سے بہترین لوگ وہ ہیں جو قرآن سیکھیں اور سکھائیں

مَنْ دَعَا اِلَیْهِ هُدِیَ اِلٰی صِرَاطٍ مُّسْتَقِیْمٍ (ترمذی)

جس نے قرآن کی طرف بلایا اُسے تو ہدایت دے دی گئی سیدھے راستے کی

عمل اور دعوت کا تعلق :(وَعَمِلَ صَالِحًا)

۱- عمل، دعوت کا لازمی تقاضا (البقرۃ:**44** ، الصّف:**2 - 3**)

۲- تکمیلِ عمل تک دعوت کے کام کو مؤخر کرنا درست نہیں ہے ۔

۳- دعوت بھی عمل میں اصلاح پیدا کرتی ہے ۔

۴-دعوت بلا عمل کے بھی محدود اثرات ہوتے ہیں ۔

(یہ دیکھو کیا کہا جا رہا ہے ۔ یہ نہ دیکھو کون کہہ رہا ہے ۔ حضرت علیؓ)

اِنَّنِیْ مِنَ الْمُسْلِمِیْنَ :

۱- مخالفانہ ماحول میں کلمۂ عزیمت - اللہ کی فرمانبرداری کا اعلان

۲- کلمۂ تواضع وانکساری - تکبر پیدا کرنے کے شیطانی حملے سے حفاظت

۳- فرقہ وارانہ تقسیم سے اعلان برأت -اسلام کے متفق علیہ امور کی دعوت

☆ آیت: **34** :

وَ لَا تَسْتَوِی الْحَسَنَةُ وَ لَا السَّیِّئَةُ ...... اور نیکی و بدی برابر نہیں ہوتیں ......

اِدْفَعْ بِالَّتِیْ هِیَ اَحْسَنُ ...... جواب دو (بدی کا) اُس طور پر جو بہت اچھا ہو ......

فَاِذَا الَّذِیْ بَیْنَکَ وَبَیْنَهٗ عَدَاوَةٌ ...... تو وہ کہ جس کے اور تمہارے درمیان دشمنی ہے ...... کَاَنَّهٗ وَلِیٌّ حَمِیْمٌ ...... ایسے ہوجائے گا جیسے گرم جوش دوست

- صبر کی اعلیٰ ترین منزل ہے کہ برائی کا جواب بھلائی سے دیا جائے۔اس طرزِ عمل سے جانی دشمن گرم جوش دوست بن جائے گا۔

- دعوتِ دین کے مرحلہ کا اہم اصول ہے کہ برائی کا بدلہ نہ لیا جائے لیکن اپنے موقف پر ثابت قدم رہا جائے۔اس روش کو صبرِ محض (Passive Resistance) کہا جاتا ہے۔مخالفت کے جواب میں صبرِ محض کی روش کی حکمت یہ ہے کہ :
  - نظامِ باطل کے پاس انقلابی جماعت کو مکمل طور پر کچلنے کا اخلاقی جواز نہ ہو۔
  - دعوت و تبلیغ کے ذریعہ اور برائی کا جواب برائی سے نہ دے کر معاشرے کی خاموش اکثریت کی ہمدردیاں حاصل کر کے اپنی تعداد میں اضافہ کیا جائے۔
  - ساتھیوں کی تربیت کے لئے مہلت لی جا سکے۔
  - ساتھیوں میں انتقام کے جذبہ کو پکایا جائے تاکہ وقت آنے پر باطل کے خلاف بھرپور وار کیا جا سکے۔
- صبرِ محض کی روش دعوتِ دین کے مرحلہ تک ہے۔جب ساتھیوں کی معتد بہ تعداد فراہم ہوجائے تو پھر اقامتِ دین کا مرحلہ شروع کیا جاتا ہے۔اس مرحلہ میں برائی کا جواب ویسی ہی برائی سے دیا جاتا ہے۔(الشوریٰ: **39 - 42**، البقرۃ:**191**، النحل:**126**)

☆ آیت: **35** :

وَمَا یُلَقّٰهَآ اِلَّا الَّذِیْنَ صَبَرُوْا ...... اور نہیں ملتی یہ سعادت مگر اُن کو جنہوں نے صبر کیا

...... وَ مَا یُلَقّٰهَآ اِلَّا ذُوْ حَظٍّ عَظِیْمٍ ...... اور نہیں ملتی یہ سعادت مگر اُن کو جو بڑے نصیب والے ہیں

برائی کے جواب میں خاموش رہنا بھی آسان نہیں لیکن اس کا جواب بھلائی سے دینا واقعی بہت مشکل اور بڑی سعادت ہے ۔

سلام اس پر کے جس نے زخم کھا کر پھول برسائے

☆آیت: 36 :

وَاِمَّا یَنۡزَغَنَّکَ مِنَ الشَّیۡطٰنِ نَزۡغٌ ...... اوراگرلگ ہی جائے تجھے شیطان کی طرف سے کوئی چُوک ...... فَا سۡتَعِذۡ بِاللّٰہِ ...... توپناہ کی التجا کرا للہ سے ...... اِنَّہٗ ھُوَ السَّمِیۡعُ الۡعَلِیۡمُ ......بے شک وہ بہت سننے والاا ورسب علم رکھنے والا ہے

شیطان کے حملے سے کوئی محفوظ نہیں اوراعلیٰ سے اعلیٰ مقام پر پہنچ کربھی اس کا خطرہ برقرار رہتا ہےلہٰذا اللہ کی پناہ میں آنے کے لئے خصوصی دعا کی تلقین۔

قرآن پڑھا کرو

اِقۡرَئُوا الۡقُرۡاٰنَ فَاِنَّہٗ یَجِیۡ ءُ یَوۡمَ الۡقِیَامَۃِ شَفِیۡعًا لِّصَاحِبِہٖ

قرآن پڑھا کرو، وہ قیامت کے دن اپنے پڑھنے والے کے لئے سفارشی بن کرآئے گا (مسلم)

اَللّٰھُمَّ اجۡعَلِ الۡقُرۡاٰنَ

اے اللہ بنادے قرآن کو

رَبِیۡعَ قُلُوۡبِنَا --- وَ --- نُوۡرَ صُدُوۡرِنَا

ہمارے دلوں کی بہار اور ہمارے سینوں کا نور

وَجِلَاءَ اَحۡزَانِنَا --- وَ --- ذَھَابَ ھُمُوۡمِنَاوَغُمُوۡمِنَا

اورہمارے دکھوں کامداوا اور ہمارے تفکرات وغموں کا دورکرنے والا